ماہنامہ ربوہ

خالد

جون ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

★—— ۲۹ جون ۱۹۸۴ء کو خطبۂ عید الفطر میں حضور نے فرمایا: ——★

"ہم ضرور یہ عید منائیں گے خواہ روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ منائیں خواہ دُکھتے ہوئے دلوں کے ساتھ منائیں خواہ چھلنی سینوں کے ساتھ منائیں، اپنے مولیٰ کے حضور گردنیں جُھکاتے ہوئے ہم ضرور یہ عید منائیں گے پس آپ سب کو عید مبارک ہو کیونکہ یہ ایک تاریخی عید ہے اور یہ خاص ایّام ہیں جن میں سے آج جماعت گزر رہی ہے۔ بہت کم قومیں ہوتی ہیں جن کو اِس طرح تاریخ کا حصّہ بننے کی توفیق عطا ہوتی ہے...... یہ عید تو...... ایسی عید ہے کہ تاریخ ہمیشہ سَر اُٹھا کر اِس عید کی عظمتوں کو دیکھا کرے گی۔ اِس عید کی رفعتوں کو دیکھا کرے گی اور حسرت سے لوگ یاد کیا کریں گے کہ کاش ہم ہوتے تو ہم بھی وہ عید مناتے جو ہمارے مولیٰ نے ان بندوں کے لئے نازل فرمائی تھی.....

..... خدا کی قسم! ضرور وہ فجر طلوع ہوگی، وہ خوشخبریوں کی صبح آئے گی، وہ بشارتوں کی صبح آئے گی، وہ فتح و ظفر کی صبح آئے گی اور ہماری عید ایک نئے دَور میں داخل ہو جائے گی جو خدا کے فضلوں کا ایک نیا اظہار ہوگا۔ پس اس عید کا بھی انتظار کیجئے، صبر اور حوصلے کے ساتھ انتظار کریں۔ دلگیر مت ہوں کیونکہ خدا اپنے وعدے یقیناً پورے کیا کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا، ناممکن ہے کہ یہ خدا کی تقدیر کبھی بدل جائے!"

ایڈیٹر: **عبدالسمیع خان**

نائب ایڈیٹر: **محمود احمد شاد**

معاونین: عبدالقدیر قمر۔ عبدالخالق ناصر

چند تحریریں

نیز آپکے خطوط، دلچسپ معلومات، منظومات اور بہت کچھ۔

قیمت سالانہ: ۲۵/-
ماہانہ: ۲/۵۰
ممالک بیرون: ۱۵۰/-

پبلشر:- مبارک احمد خالد پرنٹر:- سید عبدالحی مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ
مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ رجسٹرڈ نمبر:- ایل ۵۸۳۰ کتابت: محمود انور خوشنویس

جذباتِ تشکر اور درخواستِ دعا

از قلم محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

قارئین کرام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایڈیٹران 'خالد' و 'تشحیذ الاذہان' محترم منیر احمد جاوید صاحب اور محترم نصیر احمد قمر صاحب بیرون پاکستان تشریف لے گئے ہیں اور انکی جگہ پر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے محترم عبدالسمیع خان صاحب کو ایڈیٹر 'خالد' اور محترم عبدالماجد طاہر صاحب کو ایڈیٹر 'تشحیذ الاذہان' نامزد فرمایا ہے ـــــــ محترم منیر احمد جاوید صاحب اور محترم نصیر احمد قمر صاحب نے ایک طویل عرصہ 'خالد' و 'تشحیذ' کی خدمت کی ہے، اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود رسائل کی بہتری کیلئے بہت وقت نکالتے رہے، بحیثیت مہتمم اشاعت میرا اور ان کا ساتھ کافی پرانا ہے۔ میں نے ان دونوں حضرات کو ہمیشہ خلوص اور محنت کیساتھ کام کرتے دیکھا اور خاکسار کو انکا جو تعاون حاصل رہا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اور یہی جذبات تمام جملہ کارکنانِ شعبہ اشاعت کے ہیں۔ ہمارے دل اس بات سے خوش بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں توحیدِ خالص کے قیام کی جدوجہد میں ایک نئے منصب سے نوازا ہے وہاں یہ دل اداس بھی ہیں کہ ایک عرصہ کا ساتھ چھوٹ گیا ـــــــ میں تمام قارئین 'خالد' و 'تشحیذ' کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ محترم منیر احمد جاوید صاحب اور نصیر احمد قمر صاحب کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے اور ہر لحظ و ہر آن انکا حامی و ناصر ہو اور یہ ہمیشہ احمدیہ سے وابستہ رہتے ہوئے صدق و وفا کے راستہ پر گامزن رہیں۔

اسی طرح تمام قارئین کی خدمت میں محترم عبدالسمیع خان صاحب نامزد ایڈیٹر 'خالد' اور محترم عبدالماجد طاہر صاحب نامزد ایڈیٹر 'تشحیذ الاذہان' کیلئے بھی درخواستِ دعا کرتا ہوں دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں رسائل اور آپکی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور انکی نگرانی میں رسائل 'خالد' و 'تشحیذ' آگے ہی آگے قدم رکھیں کیونکہ ہمارا شیوہ آگے ہی آگے قدم بڑھانا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں محنت اور پُرخلوص خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور انکی اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

نیز آخر میں تمام قارئین سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان ایڈیٹران سے ہمیشہ کی طرح بھرپور تعاون فرمائیں۔ تعاون جو "دعا" اور "دوا" دونوں پر مشتمل ہو۔ آخر میں خاکسار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اداریہ

آپ بھی میرے مخاطب ہیں

ادارہ 'خالد' کی طرف سے میں آج آپ سے پہلی دفعہ مخاطب ہو رہا ہوں اور صرف یہ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ ماہنامہ "خالد" آپکا رسالہ ہے۔ آپ ہی کیلئے ہے۔ اس کے گوناگوں علمی معاشرتی اور روحانی مقاصد کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ خصوصاً نوجوانوں میں لکھنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور 'خالد' نئے قلم کاروں کیلئے ایک ایسی تربیت گاہ بن جائے جو علمی میدان میں انکی تخلیقی اور قلمی صلاحیتوں کو روز افزوں جلا بخشنے کا موجب ہو یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ 'خالد' کی انتظامیہ اور اس کے قارئین ایک خاندان کی طرح اکٹھے ہوں اور باہمی ربط و ضبط سے 'خالد' کو ایک ایسا مائدہ بنا دیں جس پر ہر طبیعت اور مزاج کے انسان کی دلچسپی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور موجود ہو۔ وہ ہر صنفِ سخن کی نمائندگی کرے اور ہر رنگ میں آپ کیلئے ایسا دلفریب اور مفید ہو کہ آپ بے چینی سے اس کا انتظار کریں۔ اور پھر شوق سے اس کا مطالعہ کریں۔ وہ آپکی تنہائی کا ساتھی ہو اور محفل میں آپکی شخصیت کو نکھارنے کا باعث ہو ——— اس لیے ہم تمام نوجوانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ابھی سے کچھ نہ کچھ لکھنے کا عزم کر لیں۔ اس بات سے قطعاً نہ گھبرائیں کہ آپ کیا لکھیں اور کیسے لکھیں۔ اس بات کو بھی روک نہ بننے دیں کہ آپنے اس سے پہلے کبھی کوئی مضمون نہیں لکھا۔ آپ جیسا بھی لکھ سکتے ہیں لکھیں ہم ضروری ترامیم و اضافے کے بعد اسے شائع کرنے کی کوشش کریں گے ——— اسطرح آپکی مضمون نویسی کی مشق ہوگی اور تھوڑے عرصہ میں ہی آپ ایک اچھے مضمون نگار بن جائیں گے۔ اور قوم اور وطن کیلئے زیادہ مفید وجود کے طور پر پہچانے جائیں گے۔ یقین کیجئے کہ ہر اچھے مضمون نگار کی ابتدا اسی طریق سے ہوئی ہے ——— پس کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں۔ اپنے ارد گرد ماحول پر نظر دوڑائیں۔ بیشمار ایسے مسائل ہیں جن پر آپ اپنے دوستوں کی مجالس میں اظہارِ خیال کرتے رہتے ہیں انہی خیالات و محسوسات کو قلمبند کیجئے ہو سکے تو ان کا حل بھی بیان کریں، آپکو یا آپکے کسی ساتھی کو کوئی دلچسپ واقعہ پیش آیا ہو تو اسے تحریر کریں، بزرگوں کی سیرت کے سبق آموز پہلوؤں پر قلم اٹھائیں۔ نئی علمی تحقیقات کا ذکر کریں، معاشرتی المیے، نظمیں، غزلیں، سچی کہانیاں، حیرت انگیز حقائق، ادب پارے، انوکھی اور دلچسپ باتیں ارسال کیجئے ——— خالد کے اسی شمارے کے مندرجات پر تبصرہ کیجئے۔ اپنی رائے کا کھل کر اظہار کریں اسکی روشنی میں ہم خالد کو زیادہ دلکش رنگ دے سکیں گے یہی ہماری کوشش ہے اور رہے گی (انشاء اللہ)۔ ہم بھی اللہ کے حضور دست بدعا ہیں اور آپ سے بھی دعا کے ذریعہ مدد کی درخواست کرتے ہیں ——— ہمارے مخاطب 'خالد' کے تمام قارئین ہیں اسلیئے آپ بھی، ہاں آپ بھی ہمارے مخاطب ہیں ہم آپکی تحریری کاوشوں کے منتظر رہیں گے۔ ابھی قلم اٹھائیے شاید آپکے اندر چھپا ہوا مضمون نگار آپکی اسی حرکت سے انگڑائیاں لیکر بیدار ہو جائے۔

تبرکات

گناہوں سے نجات کا نسخہ

" محبت عجیب چیز ہے ۔ اسکی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے ۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اسکو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کیساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے ۔ اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لیے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کیلئے نہایت بے تاب رہتا ہے ۔ اور بُعد اور دوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے ۔ اسلیئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر ، خون نہ کر ، زنا نہ کر ، چوری نہ کر ، جھوٹی گواہی نہ دے ۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف جائے ۔ ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے ۔ اس لیے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا وِرد ہوتا ہے اور چونکہ اس بات پر اسکی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ رہے اس لیے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے ۔

یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ **استغفار میں مشغول** رہتے ہیں "

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

مکرم محمود احمد صاحب نے امریکہ سے جلسہ سالانہ انگلستان میں شامل ہونے کی سعادت پائی انہوں نے ربوہ میں مقیم اپنے بھائی حافظ ظہور احمد مدثر صاحب کو ایک خط میں تفصیل کے ساتھ جلسہ سالانہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے ہیں۔ حافظ صاحب کے شکریہ کے ساتھ خط کے منتخب حصے درج کئے جاتے ہیں

جماعت احمدیہ کا نیا یورپین مرکز اسلام آباد ایک بہت ہی خوبصورت جگہ ہے۔ ہر طرف ہریالی ہے۔ اس جگہ میں ایک بڑا گراؤنڈ، ۱۵۔۲۰ بیرک نما کمرے بڑے بڑے غسل خانے اور کھانے کے کمرے بھی ہیں۔ رہائش کا انتظام اسلام آباد میں اور عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں کے ہاں ہے۔ سکول اور ہوسٹل ہونے کی وجہ سے چارپائیاں بھی ساتھ ملی ہیں۔ لندن کی لجنات نے ساری رضائیاں تیار کی ہیں۔ مکمل ماحول ربوہ کے جلسہ سالانہ کا ہے۔

افتتاحی خطاب میں حضور بڑے درد سے پاکستان کے احمدیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ "یہاں جلسہ پر کچھ وہ لوگ بھی آئے ہیں جو بہت غریب ہیں اور میں ذاتی طور پر ان کو جانتا ہوں کہ دو وقت کی روٹی بھی بڑی مشکل سے انکو میسر آتی ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا بیچ کر یہاں پہنچے ہیں" ایک صاحب کو تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا معلوم ہوتا ہے کسی گاؤں سے تشریف لائے ہیں دھوتی باندھی ہوئی ہے اور دیہاتی جوتا پہنا ہوا ہے اور پرانی سی چادر اور پگڑی ہے میں نے دل میں سوچا ہو نہیں سکتا کہ یہ صاحب یہاں لندن میں رہتے ہوں پنجاب کے کسی گاؤں سے معلوم نہیں کس حال میں اپنے محبوب آقا کے دیدار کیلئے یہاں پہنچے ہیں۔ اسی خطاب میں حضور خدمتِ دین کے جذبہ سے بھرپور قربانی پیش کرنیوالوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

احمدیت کے پروانوں کی داستان سن کر آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں اور ان پر رشک آتا ہے کہ اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے دیوانے بستے ہیں۔

دوسرے دن حضور کی تقریر زنانہ جلسہ گاہ سے نشر کی گئی۔

آج اتوار اور اپریل کی ۷ تاریخ ہے۔ آج کی کارروائی بھی ۱۰ بجے شروع ہوتی ہے۔ موسم میں کل سے بھی زیادہ خنکی ہے۔ جلسہ کے دوران وقفہ وقفہ سے بارش ہو رہی ہے۔ تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ صبح کے اجلاس کے بعد کھانے اور نمازوں کیلئے دو گھنٹے کا وقفہ ہے۔ بڑے نظم و ضبط سے لوگ قطاروں میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں پلیٹیں اور گلاس کاغذ یا گتّے کے ہیں کھانے کے بعد ان کو پھینک دیا جاتا ہے۔ نمازوں کے بعد آخری اجلاس کی کارروائی شروع ہوتی ہے جس میں حضور نے طویل اختتامی خطاب فرمایا۔

ان ۵ گھنٹوں کے دوران سامعین پر مکمل سکوت طاری رہا میری یہ حالت تھی کہ پیشاب کی حاجت ہے لیکن اٹھنے کی تاب نہیں۔ تقریباً ۵ بجے حضور کا خطاب ختم ہوتا ہے۔ تقریب کے اختتام پر اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ ان دعائیہ کلمات کو قلمبند کرنے سے قاصر ہوں وہ آخری لمحات تا زندگی دل پر نقش رہیں گے اور اللہ کرے وہ نقش روشن رہیں اور مدھم نہ پڑیں تا میں ان لمحات کو یاد کر کے جلسہ کی یاد کو تازہ کرتا رہوں

میں نے زندگی میں آج تک امام جماعت اور حاضرینِ مجلس کو اس طرح بلبلاتے ہوئے نہ دیکھا نہ سنا۔ حضور کی زبانِ مبارک سے یہ فقرات نکلنے کی دیر تھی کہ اہلِ پاکستان اور خصوصاً اہلِ ربوہ خیال کرتے ہوں گے کہ ہمیں چھوڑ کر خود چلا گیا ہے ......

اور اے خدا بہت دیر ہو گئی جو کچھ دکھانا ہے وہ اب جلد دکھا دے" کہ جلسہ گاہ میں ایک کہرام مچ گیا چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔ باہر آسمان سے بارش برس رہی تھی اور اندر آنکھوں کی یہ جھڑی تھمنے کا نام نہ لیتی تھی۔

نمازوں کے بعد آج امریکن جماعت کی ملاقات کا دن ہے۔ قطار میں کھڑے یہ پروانے پیارے آقا کے دیدار کیلئے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ اپنی باری پر اندر داخل ہوتا ہوں۔ حضور ایک چھوٹے سے کمرے میں کھڑے ہیں خوب گرمجوشی سے معانقہ فرماتے ہیں۔ ابھی سوچ ہی رہا ہوں کہ اپنا تعارف کیسے کراؤں کہ حضور فرماتے ہیں" آپ محمود احمد ہیں؟ BUFFALO میں ہوتے ہیں نا۔ آپ کے ڈاکٹریٹ کا کیا بنا"

باہر کھڑے یہ ذہن میں تھا کہ قریب سے دیکھونگا کہ حضور کا چہرۂ مبارک کیسا ہے اور موجودہ حالات کی وجہ سے حضور کی صحت پر اثر تو نہیں پڑا۔ لیکن پاس جا کر اتنی ہمت نہ پڑی کہ غور سے دیکھوں اسلیے جب باہر نکلتا ہوں تو خوشی اور مسرت کیساتھ ساتھ ندامت اور افسوس بھی ہے اور گرمجوشی سے گلے ملنے کی مسرت بھی۔ اندر جانے سے پہلے ذہن میں تھا کہ حضور کو یہ ناچیز کہاں یاد ہوگا اپنے آقا پر یہ گمان؟

اور افسوس اس لیے کہ حضور کے چہرہ پر بھرپور نظر نہ ڈال سکا۔

(۲) میں نے آنسوؤں سے بھرا رومال حضور سے مانگ لیا

مکرم چوہدری غلام نبی صاحب ربوہ اپنے تاثرات یوں بیان فرماتے ہیں:

"یکم اپریل کو شام ۴½ بجے ہم ہیتھرو ایئرپورٹ لندن پر اترے۔ پہلے ویزا دینے والوں سے ملے انہوں نے ہماری خواہش کے مطابق تاریخ دیدی۔ آگے امیگریشن والے تھے۔ ہم سب نے اپنے سوٹ کیس کھول کر انکے آگے رکھ دیئے۔ ہم سے پہلے جو مسافر اترے تھے انکی بڑی سختی سے تلاشی لی گئی۔ کیونکہ عرصہ سے ہیروئن کا دھندا کرنے والے بہت سرگرم ہیں مگر ہم احمدیوں کا سامان مطلق نہ دیکھا اور سبکو اجازت دیدی کہ آپ باہر جا سکتے ہیں۔ ویٹنگ ہال میں آئے تو احمدی نوجوان بینرز لئے کھڑے تھے۔ ہمیں دیکھکر الگ لے جا کر بٹھا دیا اور بتایا کہ ہماری بسیں اور موٹریں پہلے آنیوالوں کو لے کر اسلام آباد (ٹل فورڈ) گئی ہیں۔ ابھی واپس آتی ہیں تو آپ سب کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ ہم لوگ دعاؤں میں مصروف تھے اور اپنی قسمت پر نازاں۔ اتنے میں بسیں آگئیں اور ہم عازم اسلام آباد ٹل فورڈ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر ہمیں کہا گیا کہ سردی بہت زیادہ ہے آپ چائے پی لیں۔ سبحان اللہ وہاں ہر چیز ہماری توقع سے بڑھ کر تھی۔

اب ہم سب کی ایک ہی خواہش تھی کہ ہم مشن ہاؤس جا کر حضرت امام ہمام کے دیدار فرحت آثار سے متمتع ہوں۔ چنانچہ ہمیں بسوں میں بٹھا کر مشن ہاؤس لے جایا گیا۔ شام کے ۷ بجے حضور نے طلب فرمایا۔ حضور نے ہم سب سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا نام پوچھے بعض کو حضور خوب جانتے تھے۔ اس وقت حضور کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ ملاقات کی خوشی سے ہمارے آنسو نہ تھمتے تھے ۱۵ منٹ تک حضور ہم سے گفتگو فرماتے رہے جب واپس آنے لگے تو پھر مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ نماز مغرب حضور کی اقتداء میں ادا کی۔ اس کے بعد کھانا کھلایا گیا۔ واضح ہو کہ دونوں جگہ جماعت کی طرف سے لنگر جاری تھا۔ یہی کھانا اگر ہم لندن کے کسی ادنیٰ سے ہوٹل میں بھی کھاتے تو بڑی معقول رقم دینی پڑتی مگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر ہماری جان قربان ہو کہ لندن میں بہترین پاکستانی کھانے جماعت کی طرف سے پیش کئے گئے۔ جماعت احمدیہ لندن نے نہایت وسیع پیمانے پر مہمانوں کیلئے ہر ممکن سہولیات مہیا کیں اسقدر اخلاق اور بھائی چارہ کا مظاہرہ کیا کہ میں تو حیران رہ گیا۔ ٹیلیفون کا انتظام بھی موجود تھا۔ ہر نوجوان خدمت کے جذبہ سے سرشار تھا۔

مستورات کا علیحدہ انتظام تھا۔ لندن میں اگر کسی جلسہ میں ۳۰، ۴۰ آدمی آجائیں تو اسے

کامیاب سمجھا جاتا ہے اور اگر اس سے کچھ زیادہ تعداد میں سامعین آجائیں تو بہت ہی کامیاب جلسہ ہوتا ہے مگر یہاں تو کم از کم سات ہزار افراد دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے تھے ان سب کا خاطر خواہ انتظام کرنا جنّوں کا ہی کام سمجھا جائیگا لندن کی ایک کمپنی نے جس نے سائبان مہیا کیا تھا کہا کہ اس سے بڑا سائبان انگلستان میں موجود نہیں ہے تاہم انہوں نے اس جیسا ایک اور سائبان بھی مہیا کر دیا۔ پھر بھی مہمان باہر کھڑے تھے۔ عین جلسہ کے وقت تیز بارش شروع ہوگئی۔ مگر احباب نہایت اطمینان اور صبر و سکون سے تقریریں سنتے رہے۔ میری ڈیوٹی مستورات والے حصّہ میں پہرہ کی تھی۔ یہ خدمت ادا کرتے ہوئے میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا کہ یہ موقع نصیب ہوا۔

جس وقت حضور اختتامی تقریر کر چکے تو مَیں نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ "حضور اپنا رومال جو ابھی جیب میں ڈالا ہے مجھے عنایت فرمائیں" وہ آنسوؤں سے تر تھا۔ حضور نے اسے دوبارہ اپنی آنکھوں پر پھیرا اور مجھے عنایت فرمایا جو میرے لیے ایک قیمتی خزانہ ہے۔ جلسہ کے بعد تمام جماعتوں نے حضور کے ہمراہ گروپ فوٹو بھی بنوائے

شکریہ احباب

مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ ضلع نوابشاہ کے صاحبزادگان نے تحریر کیا ہے کہ

"۷ر اپریل ۱۹۸۵ء کو ہمارے والد محترم کی المناک وفات پر جماعت کی طرف سے بکثرت تعزیت کے خطوط موصول ہوئے ہیں جو ہماری ڈھارس بندھانے کا موجب بنے خصوصاً جب ہم نعش لے کر ربوہ پہنچے تو اہلِ ربوہ نے جس طرح ہم سے اظہارِ محبت کیا وہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

ہم تمام احباب، دوستوں، رشتہ داروں اور خاص طور پر اہلِ ربوہ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے (آمین)

والسلام

محمود احمد۔ ناصر احمد۔ اعجاز احمد۔ طاہر احمد۔ طارق احمد

بھریا روڈ۔ ضلع نواب شاہ

- ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- اپنے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع فوری دیں تاکہ آپ کا رسالہ ضائع نہ ہو۔ (مینیجر تشحیذ الاذہان ربوہ)

"روزہ میرے لیے ہے اور اسکی جزا میں خود ہوں" (حدیث قدسی)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ جس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں گویا سارا قرآن کریم اتارا گیا ہے اس آیت کریمہ کی پر حکمت تشریح امام جماعت احمدیہ کی زبان سے ملاحظہ کیجئے

"رمضان وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں گویا سارا قرآن اُتارا گیا ہے۔ یعنی قرآن شریف کیوں اتارا گیا ہے؟ اسکا جواب دیا کہ رمضان شریف کے متعلق اتارا گیا ہے۔ اب بظاہر تو قرآن شریف بہت زیادہ وسیع ہے اور رمضان کے جو احکامات ہیں وہ محدود ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ تجزیہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائیگی کہ قرآن کریم جس جس مقصد کی خاطر اتارا گیا ہے وہ سارے مقاصد رمضان شریف میں پورے ہوجاتے ہیں۔ ایک بھی مقصد بلکہ اس کا ایک ذرہ بھی رمضان شریف سے باہر نہیں رہ جاتا۔ عبادت کی جتنی بھی قسمیں بیان ہوئی ہیں وہ ساری روزوں کے اندر آجاتی ہیں۔ خدمتِ خلق کی جتنی قسمیں بیان ہوسکتی ہیں وہ ساری روزے کے اندر آجاتی ہیں۔ روزہ ہمدردی کی انتہا بھی سکھاتا ہے اور خشوع وخضوع کا کمال بھی انسان کو عطا کرتا ہے عجز کی راہیں بھی بتاتا ہے اور غریبوں کو اٹھاکر اپنے ساتھ شامل کرنے کے طریق بھی انسان کو سکھاتا ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کی ساری تعلیمات کا خلاصہ رمضان شریف ہے اور جو شخص رمضان میں سے سر جھکاتے ہوئے اور اس دروازے سے کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا رنگ اختیار کرتے ہوئے گزرے گا گویا اس نے قرآنی تعلیمات کا سارا پھل پالیا۔ اور جو کچھ بھی قرآن لے کر آیا تھا وہ سارا اس کے نصیب میں آگیا۔

اس تشریح کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم احادیث نبویؐ پر غور کرتے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بھی بات اپنی طرف سے نہیں کہی۔ آپؐ نے روزے کی تمام خوبیاں جو بیان فرمائی ہیں وہ مبنی بر قرآن بیان فرمائی ہیں۔ آپؐ نے بعض اور آیات سے بھی استنباط فرمایا ہوگا۔ لیکن اِس آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ سے تو بڑا واضح استنباط فرمایا کیونکہ وہی مضمون بیان فرماتے ہیں جو اس میں بیان ہوا ہے کہ

قرآن کریم کا مقصود رمضان ہے

قرآنِ کریم کے سارے پھل رمضان سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اسلئے گویا سارا قرآن رمضان کے بارے میں اتارا گیا ہے۔ چنانچہ وہ ساری خوبیاں جو عبادت کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی طرف منسوب فرمائیں۔ فرمایا باقی ساری عبادتیں ایسی ہیں جن میں بندے کی اغراض کا بھی دخل ممکن ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو خالصتہً اللہ کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان کے روزوں کو کلیتہً اپنا کہتا ہے کہ یہ میرے ہیں اور فرماتا ہے کہ باقی نیکیوں کی جزا تو مختلف قسم کی جنتیں ہیں مگر رمضان کی جزا میں خود ہوں۔ پس قرآن کریم کا سب سے اعلیٰ مقصد یعنی اللہ کو پا لینا، یہ رمضان کیساتھ وابستہ ہے۔"

مرکز سے دُور رہنے والوں کے جذبات

ہم مرکز سے قدرے دور ہیں لیکن ہمارے احساسات، جذبات، خیالات و تصورات کا مرکز وہی ہے۔ وہاں کی تپتی دوپہریں اور ربوہ کی تاریک راتیں، وہاں کی گرد و غبار اور وہاں کی سرسبزی و شادابی، وہاں کی گلیاں و بازار اور در و دیوار آنکھوں میں سمائے رہتے ہیں۔ وہاں کی عرفانی مجالس اور روحانی فضا دل کے کونوں میں بسی ہے۔ وہاں کے ہنستے مسکراتے چہرے حافظہ پر نقش کالحجر ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں کی یادیں زندگی کا سرمایہ ہیں۔

غرض کہاں تک لکھوں کہ قلم کو تاب نہیں اور لفظوں میں طاقت نہیں کہ فراوانی جذبات کا آئینہ دکھلا سکیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ گھر کے لطف کا احساس گھر سے دُور ہو کر ہی جاگتا ہے۔ اور جب تک انسان سفر نہ کرے اسوقت تک اقامت کے آرام کا علم نہیں ہو سکتا۔ اب تو خیالات کی رَو چل رہی ہے اور اگر لکھنا چاہوں تو شاید لکھتا چلا جاؤں لیکن ...."

(فضیل عیاض احمد اسلام آباد کے مکتوب سے اقتباس)

" اس عید کو سمجھنا ہو تو اس درخت کو سمجھیں جس کا یہ پھل ہے اور وہ درخت شجر رمضان ہے ...... رمضان المبارک کے کئی اسباق ہیں ان میں سے دو بڑے گہرے سبق ہیں جو دراصل رمضان ہی کا نہیں بلکہ ہر مذہب کا خلاصہ ہیں ان میں سے ایک عبادتِ الٰہی ہے اور دوسرا اپنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی اور پیار اور خدمتِ خلق اور لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا ہے ۔ یہ ۲ دو گہرے سبق ہیں جو رمضان ہمارے لئے لے کر آتا ہے ۔ اس درخت پر اگر عبادت کے سوا کوئی اور پھل لگا ہوا آپ دیکھیں گے اور اپنی توقع کے مطابق اس پھل سے لذّت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپکو سخت مایوسی ہوگی ۔ اس پر تو عبادت کا پھل لگنا چاہیئے اور عبادت کا پھل سمجھ کر جب آپ عید منائیں گے تو پھر آپ عید کا لطف اٹھائیں گے اس عید پر تو خدمتِ خلق کا پھل لگنا چاہیئے اگر آپ اس کے سوا کچھ اور غرضیں لیکر اس عید میں داخل ہوں گے تو سخت بور ہوں گے .... پس آج اگر آپ اس جذبے کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور (عبادت گاہوں) میں رونق بڑھائیں کہ یہ سارا سبق تھا اور ہماری عید یہی ہے کہ ہم عبادت کریں اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں اور عرض کریں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اے میرے اللہ میں حاضر ہوگیا ہوں اور میں نے تیرے سبق کو بھلایا نہیں ہے اب تو مجھ سے پیار کا اظہار فرما ، مجھ پر محبّت کے حلوے ظاہر فرما ، تو میرا ہو جا مجھے ان عبادتوں کی لذّت بخش ۔

(الغرض جو شخص عید کے دن ایسی نمازیں پڑھے گا اس کی تو عید ہی ہے وہ عید میں ایسی لذّت پائے گا کہ غیر اسکا تصوّر بھی نہیں کر سکتے .... عید کا دوسرا پہلو خدمتِ خلق ہے غریب کے دُکھ میں شریک ہونا اس کا دکھ بانٹنا اور اپنے سکھ اس کے ساتھ تقسیم کرنا اور اس قسم کے دوسرے نیکی کے کام خدمتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں .... اس نقطۂ نگاہ سے میں آپکو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں .... مثلاً آج عید کی نماز کے بعد ضروری امور سے فارغ ہو کر اگر وہ لوگ جنکو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے ، زیادہ تموّل کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف

لے کر غریبوں کے ہاں جائیں اور غریب بچوں کے لیے کچھ مٹھائیاں لے جائیں جو ان کے گھر میں زائد پڑی تھیں اور جو ان کا پیٹ خراب کرنے کیلئے مقدر تھیں وہ غریب بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے ساتھ لے جائیں اور وہ زائد پھل بھی جس نے زائد از ضرورت استعمال کی وجہ سے ان کو ہیضہ کر دینا تھا۔ غریب بچوں کو دیں تاکہ ایک دن تو ایسا ہو کہ ان کو بھی کچھ نصیب ہو۔ تو کچھ وہ پھل پکڑیں، کچھ مٹھائیاں گھر سے اٹھائیں، کچھ بچوں کیلئے چھوٹی ٹافیاں یا چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ بچو آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے انکو عید مبارک دیں گے ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے ....

اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی، کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے ربّ سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر ہم نے بڑے ناشکری کے دن کاٹے ہیں ہم تیرے بڑے ہی ناشکر گزار بندے تھے۔ نہ ان نعمتوں کی قدر کر سکے جو تُو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں نہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال جان سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں اور واپس آکر وہ روئیں گے خدا کے حضور اور مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان آنسوؤں میں وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہونگی ان کو بے انتہاء ابدی لذتیں حاصل ہونگی اور زائل نہ ہونے والے بے انتہاء سرور ان کو عطا ہوں گے۔ یہ ہے وہ عید جو **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہے۔ یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے"

(**الفضل** ۲۶ جولائی ۱۹۸۳ء)

یارب ہے تیرا احساں ہیں تیرے در پہ قرباں
تو نے دیا ہے ایماں تو ہر زماں نگہباں

تیرا کرم ہے ہر آں تو ہے رحیم و رحماں
یہ روز کر مبارک سُبحَانَ مَن یَّرَانِی

میری دعائیں ساری کر لیو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبحَانَ مَن یَّرَانِی

خوبرو چہرہ، تبسّم دِلنواز
شبنمی آنکھیں، سراپا شاہنواز

روشنی ہی روشنی تھا اِک وجود
اِس زمیں پر ایک تھا یزداں کا راز

جُوئے لطف و حُسن و رنگ و نور تھا
بادِ فرحان و معطّر، پاکباز

حوصلے اور عزم کا کوہِ گراں
عجز کا پیکر طبیعت عہد ساز

ہر گھڑی تھی وصلِ مولیٰ کی گھڑی
ہر جگہ اس کے لئے جائے نماز

بر لحد بارانِ رحمت ہو ہمیش
اے مرے مولیٰ اے میرے کارساز

جنابِ طاہر عارف۔ سرگودھا

؎ وفات ۸ جون ۱۹۸۲ء

احمدی نوجوان اپنی زندگیاں خدمت دین کیلئے وقف کریں

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

" میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کیلئے پیش کیا جاوے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کیلئے ہر سال کم از کم ۵۰ طالبعلم آنے چاہئیں ۱۰۰ ہوں تو بہتر ہے۔"

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں

" ہمارے احمدی نوجوان زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف کریں اور یہاں مرکز میں رہ کر تربیت حاصل کریں اور اس کے بعد بیرونِ پاکستان خدمتِ دین کا فریضہ ادا کریں۔ لیکن جس تعداد میں نوجوان جامعہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں اور ایک لمبے عرصہ تک تعلیم حاصل کر کے باقاعدہ مربی بنتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہماری ضرورت کے ہزارویں حصّے کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔"

اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کیلئے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو انشاءاللہ میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان انشاءاللہ بعد میں کر دیا جائے گا۔ لیکن انٹرویو سے پہلے امیدواران کے ضروری کوائف مکمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ابھی سے درخواستیں آجائیں۔ اس لیے جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار خدمتِ دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان جو زندگی وقف کر کے خدمتِ دین کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ امتحان کے نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے درخواستیں وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال فرمائیں۔ اور پھر نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجۂ امتحان کی اطلاع دفتر وکالت دیوان کو دیں۔

(وکیل الدیوان
تحریک جدید ربوہ)

لیلۃ القدر

"لیلۃ القدر ہمیں بتاتی ہے کہ خدا کی تقدیریں تمہارے حق میں اور تمہارے فائدہ کیلئے اس وقت حرکت میں آئیں گی جب تم راتوں کو اپنے ربّ کیلئے زندہ کرو گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہر روز تمہارا خدا تمہارے لیے اپنی تقدیر کی تاریں ہلائے تو تمہیں ہر رات کو لیلۃ القدر بنانا پڑیگا۔ اگر تم ہر رات کو لیلۃ القدر نہیں بناتے بلکہ غفلت میں اور سوتے ہوئے سارے سال کی راتوں کو گزار دیتے ہو تو ایک لیلۃ القدر سے تمہیں کیا فائدہ؟ پس اگر میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ تمہاری ہر رات لیلۃ القدر کی کیفیت رکھتی ہو۔" (حضرت مرزا ناصر احمد صاحب۔ امام سوئم جماعت احمدیہ)

اللہ جلشانہٗ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کی تمام قسمیں یعنی عدل و امانت، صبر و استقامت، حیاء و عفّت، جود و سخاوت، احسان و رحمت صداقت و شجاعت، ایثار اور تواضع آپؐ کے اندر کمال حُسن اور خوبصورتی کے ساتھ جمع ہیں یعنی سب وہ اخلاق فاضلہ جو قرآن شریف میں متفرق مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ آپؐ ان کے جامع تھے۔ اسی لیے تو ہمارے سید و مولیٰ کی شریک حیات حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تو مجسّم قرآن تھے۔ آپکی زندگی قرآن پاک کی عملی تصویر تھی۔ آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ مَیں تو مکارمِ اخلاق کی عظمتوں کو قائم کرنے کیلئے دنیا میں آیا ہوں۔

آپؐ کے اخلاق کا کمال یہ ہے کہ ان میں تکلّف اور تصنّع نہیں۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں مستقل اور قائم و دائم ہیں۔ اور آپؐ کے ان سچے اخلاق میں بلاشبہ وہ خدائی شان جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے کہ ہر صاحبِ بصیرت بے اختیار یہ کہہ اٹھتا ہے ؎

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے

تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا تعلق ہے اس مختصر سے مضمون میں صرف بعض اخلاق کی چند جھلکیاں ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔

حبِّ الٰہی کا وصف اس شان سے آپؐ کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ دشمن تک پکار اٹھے، عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ

کہ محمدؐ تو اپنے ربّ پر عاشق ہوگیا ہے۔

سچائی کا یہ عالم تھا کہ عرب کے سارے معاشرے میں جسمیں جھوٹ کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ آپؐ "صدوق" کے نام سے مشہور ہوئے

یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والے ۔ دشمن بھی آپؐ کیلئے یہی گواہی دیتے تھے۔ کہ سوائے سچائی کے کبھی کوئی بات ہم نے مشاہدہ نہیں کی ۔

امانت کا یہ حال تھا کہ بددیانتی کے اس دور میں آپؐ کا لقب آپکی کمال امانت و دیانت کے سبب " امین " پڑ چکا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کی جان کو خطرے میں ڈال کر صرف اس لیے انکو پیچھے چھوڑا کہ وہ آپؐ کے پاس لوگوں کی رکھی ہوئی امانتیں واپس کر کے آئیں۔

حیاء و عفت آپؐ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔ آپؐ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیاء تھے ۔ پاکدامنی ایسی کہ عرب کے اس ناپاک معاشرے میں کبھی آپؐ کا دامن آلودہ نہیں ہوا ۔

صبر و استقامت میں کوہِ وقار تھے تیرہ سالہ مکہ کا دورِ ابتلاء گواہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے گالیاں سنیں اور دعائیں دیں ماریں کھائیں لیکن صبر پر صبر کیا اور استقامت کے وہ نمونے دکھائے کہ فرشتے بھی آفرین کہہ اٹھے ۔

عدل و انصاف میں بھی آپکو کمال حاصل تھا ۔ اس بارہ میں آپ کبھی بھی اپنے عزیزوں بلکہ اپنے وجود تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے ۔ ایک دفعہ قریش کی فاطمہ نامی عورت جب چوری کے مقدمے میں پکڑی گئی اور سفارش ہوئی کہ اس کے ہاتھ کاٹے نہ جائیں تو اسپر حضورؐ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ خدا کے اٹل حکموں میں سفارش ہرگز نہ چلے گی ۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو انصاف مجھے اس کے ہاتھ کاٹنے سے کبھی نہ روکتا اور دنیا دیکھتی کہ میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا ۔

عدل و انصاف کا ایک اور عجیب نظارہ دیکھئے ۔ ایک غزوہ میں صفیں درست کرواتے ہوئے آپؐ کی کمان نادانستہ طور پر ایک صحابی کو لگ جاتی ہے ۔ بعد میں کسی وقت فرماتے ہیں ۔ مجھ سے کسی پر کوئی زیادتی ہوئی ہو تو وہ اپنا بدلہ لے لے ۔ وہ صحابی کمان لگنے کی زیادتی کا ذکر کرتا ہے تو آپؐ بے ساختہ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا لیتے ہیں کہ لو اپنا بدلہ لے لو ۔ جانتے ہو اس صحابی نے اس پاک اور عادل انسان سے کیسے بدلہ لیا ۔ اس نے آپکی پشت مبارک چوم لی اور بلاشبہ یہی اس کا بدلہ تھا ۔

شجاعت کا یہ عالم ہے کہ جنگوں میں قلبِ لشکر میں کھڑے ہو کر لڑتے اور آگے بڑھتے ہیں اور باوجودیکہ دشمن کے حملے کا سارا زور آپؐ پر ہوتا ہے آپؐ کبھی پیچھے نہیں ہٹتے اور اپنے خدا پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے جاتے ہیں ۔

غزوۂ حنین میں جب آپؐ دشمنوں کے

مقابل پر اکیلے رہ جاتے ہیں تو خچر پر سوار
بڑی شجاعت اور بہادری سے یہ شعر پڑھتے ہوئے
آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

انا النبیؐ لا کذب
انا ابن عبد المطلب

ایثار اور تواضع ایسی پائی جاتی ہے
کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی فتح کے وقت
بھی اپنا سر کسی فخر سے اونچا نہیں کیا ہاں
البتہ یہ نظارہ دنیا نے دیکھا کہ اس عظیم
فاتح کا سر اپنی سب سے بڑی فتح کے موقع پر
جھکتے جھکتے اونٹنی کے پالان سے جا لگتا ہے۔
آپؐ سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں اور یوں کامل
تواضع اور انکساری کے ساتھ یہ عظیم فاتح شہر
مکہ میں داخل ہوتا ہے۔

جود و سخا کا یہ نظارہ بھی آپؐ کے
اخلاقِ فاضلہ میں دیکھنے میں آتا ہے کہ عطا کرنے
پر آتے ہیں تو مکہ کے بعض نو مسلم سرداروں
کو سو سو اونٹ عطا فرما دیتے ہیں کبھی کسی مانگنے
والے کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ کسی قبیلہ
کا سردار آتا ہے اور ایک وادی کے اندر آپکی
بکریاں دیکھکر خوش ہوتا ہے۔ آپ وہ سارے
کا سارا ریوڑ اسے بخش دیتے ہیں۔ جب وہ
اپنی قوم میں جاکر کہتا ہے کہ اے میری قوم
مسلمان ہو جاؤ۔ محمدؐ جب دینے پہ آتا ہے تو
اتنا دیتا ہے کہ اسے غربت کا ڈر نہیں ہوتا۔

عفو اور احسان کا یہ حال ہے کہ جانی
دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔

الغرض کس کس اخلاق کا ذکر کیا جائے
ہر اعلیٰ خُلق بدرجۂ اتم ہمارے سید و مولیٰ کے
اندر جگمگ کرتے ستاروں کی طرح چمک رہا ہے
اور اپنے ساتھ ایسے سچے واقعات کی روشنی
رکھتا ہے کہ جس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی
ہے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

جانور زلزلے کی پیشگوئی کرتے ہیں

زلزلے ایک ایسی آفت ہیں جن کے متعلق ابھی تک پوری طرح نہ پیش گوئی کی جا سکتی ہے اور نہ کوئی قابلِ ذکر پیش بندی ہو سکتی ہے۔ چین نے اس سلسلے میں کچھ پیش رفت ضرور کی ہے۔ ۱۹۷۳ء میں اس ملک میں ایک زلزلہ ایسا آیا تھا جس کے متعلق پہلے اعلان کر دیا گیا تھا کہ آئیگا۔ اس اعلان کی وجہ سے متعلقہ علاقے سے آبادی وغیرہ کا انخلاء ہو گیا تھا اور جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ چین کے انداز نرالے ہیں۔ اس نے زلزلوں کی پیش گوئی کیلئے جو طریقے اختیار کئے ہیں وہ سائنسی بھی ہیں اور روایتی بھی ہیں۔ روایتی اس لیے کہ پہلے انہیں توہم پرستانہ طور پر تسلیم کیا جاتا تھا لیکن اب چین نے سائنسی تجربے کر کے انہیں سائنسی بنا لیا ہے۔ چین کا یہ کارنامہ غالباً منفرد ہے۔

۱۹۷۳ء میں زلزلے کی آمد سے خبردار کرنے کیلئے جو ہدایات جاری کی گئیں وہ دلچسپ ہیں۔ ان میں عام لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ جب مندرجہ ذیل آثار دکھائی دیں تو یقین کر لیا جائے کہ زلزلہ آرہا ہے۔

- جب مویشی، بھیڑیں اور گھوڑے باڑے میں آنے سے انکار کر دیں۔
- جب بلوں میں چھپے ہوئے چوہے بھاگ کر باہر آجائیں۔
- جب مرغیاں اڑ کر درختوں کی طرف جانے لگیں اور سور باڑے سے دوڑ کر باہر آجائیں۔
- جب بطخیں پانی کی طرف جانے سے انکار کر دیں اور کتے بغیر کسی وجہ کے بھونکنا شروع کر دیں۔
- جب سانپ سردیوں کی آرام گاہوں سے باہر نکل آئیں۔
- جب کبوتر ڈر جائیں اور گھونسلوں کی طرف آنے کیلئے تیار نہ ہوں۔
- جب خرگوش کان کھڑے کر کے اوپر اچھلیں یا چیزوں سے ٹکرائیں۔
- جب مچھلیاں اچھل کر اس طرح پانی سے باہر آئیں جیسے ڈر گئی ہوں۔

مرسلہ: ظہور احمد

شیطان تو شیطان کا ہمدرد ہے لیکن
انسان کو انسان کا غم کوئی نہیں ہے
ہر شخص مکافاتِ عمل لکھتا ہے خود ہی
تقدیر کے ہاتھوں میں قلم کوئی نہیں ہے
(باقی احمد پوری)

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی سیرت کے چند انوکھے پہلو

★ **رقم زیادہ ہے:**

مکرم غلام محمد صاحب ٹیلر ماسٹر آف سرگودھا فرماتے ہیں۔

"حضرت مولوی صاحب کو جب کبھی کچھ رقم کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ مجھ سے ارشاد فرماتے تو میں مطلوبہ رقم فوری طور مہیا کر کے آپکی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

لیکن ہر مرتبہ جس بات کو میں نے خاص طور پر نوٹ کیا وہ یہ تھی کہ جس وقت آپ اس رقم کی واپسی کا وعدہ فرماتے عین اسی وقت رقم واپس بھجوا دیتے۔ بلکہ عموماً اصل رقم سے کچھ زائد رقم بھجوا دیتے (لیتے خود تھے اور بھجواتے کسی دوسرے کے ذریعہ سے تھے۔ تاکہ زائد رقم لینے میں حجاب نہ ہو)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے مجھ سے پچاس ۵۰ روپے لیئے اور واپسی کے دن پچپن ۵۵ روپے بھجوائے تو میں نے یہ کہہ کر لانے والے کو واپس بھجوا دیا کہ میری رقم تو اس قدر نہ تھی۔

حضرت مولوی صاحب نے دوبارہ ان کو بھجوایا اور فرمایا کہ ان کو کہیں جو رقم میں نے بھیجی ہے وہ ٹھیک ہے آپ لے لیں۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اصرار پر میں نے اس شرط پر رقم لے لی کہ جب حضرت مولوی صاحب یہاں سے گزریں گے تو میں حساب کر لوں گا۔"

★ **پگڑی سے جوتے صاف کیئے**

مکرم سید بختیار احمد صاحب شاہجہانپوری لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ باغ میں کسی تقریب میں تشریف لے گئے۔ غالباً جمعہ یا عید کا موقعہ تھا۔ حضور کی گرگابی باہر ہی پڑی تھی تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب تشریف لائے۔ آپ عموماً اخیر میں آکر جوتوں کے پاس ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ وہیں بیٹھ گئے جہاں حضور کی گرگابی پڑی تھی جلدی سے آپ نے اپنا عمامہ اتارا جو دودھ کی

طرح سفید تھا اور نہایت محبّت سے اس کے پلّو سے حضور کے جوتوں کی گرد صاف کرنے لگے صاف کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ آپ نہایت ذوق وشوق اور محبت کے بھرپور جذبہ سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

★ یادوں کے آنسو

ماسٹر صوفی نذیر احمد صاحب رحمانی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان میں جمعرات کے دن مَیں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو دیکھا۔ آپ بیت الاقصیٰ کے پرانے حصّہ کے ایک ستون سے بازو کا سہارا لیے کافی دیر تک اشکبار رہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے درد سے آنسو خود بخود بے اختیاری کے عالم میں گرتے جا رہے ہیں۔ دوسرے روز جمعہ کو حضرت مولوی صاحب نے خود ہی اپنے اس طرح رونے کی وجہ بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مَیں نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجھے اس زمانہ کی یاد نے تڑپا دیا اور ضبط نہ کر سکا اس لیے آبدیدہ ہو گیا۔

★ جگالی کیا کرو

مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل فرماتے ہیں میٹرک اور ایف اے کے امتحانات کے سلسلہ میں مجھے انگریزی پڑھنے کی سعادت مولوی شیر علی صاحب سے نصیب ہوئی۔ مولوی عبدالرحیم صاحب بھی میرے ہم سبق ہوتے تھے آپکا معمول تھا کہ دوسرے روز سبق ضرور سنتے۔ اگر ہم میں سے کسی کو سبق یاد نہ ہوتا تو آپ نہایت شائستگی کے ساتھ کسی کی طرف مخاطب ہوئے بغیر عام رنگ میں فرماتے:

"جانور بھی کھا کر جگالی کرتے ہیں اور جب تک جگالی کر کے پہلے کھائے ہوئے چارہ کو ہضم نہ کر لیں مزید نہیں کھاتے اس لیے انسان کو کم از کم جانوروں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔"

★ بات دل میں اتر گئی

مکرم بدر السلطان اختر صاحب فرماتے ہیں

"جلسہ سالانہ کے موقع پر ہم حسب معمول حضرت مولوی صاحب کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک روز مَیں صبح ہی صبح گھر سے نکل کر قضائے حاجت کے لیے سگریٹ پیتا ہوا جا رہا تھا کہ کچھ فاصلہ پر مجھے حضرت مولوی صاحب آتے دکھائی دیئے۔ پہلے تو مجھے خوف سا محسوس ہوا لیکن پھر اس خیال سے کہ مولوی صاحب تو بعض دفعہ اپنے بیٹے کے متعلق (حالانکہ وہ پاس بیٹھے ہوتے ہیں) پوچھ لیتے ہیں کہ عبدالرحیم کہاں ہے تو مجھے اتنے فاصلہ سے سگریٹ پیتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ مَیں بلا دھڑک دھوئیں کے بادل اڑاتا ہوا اپنی منزل مقصود کی طرف چل پڑا۔

جلسہ سالانہ کے بابرکت ایّام ختم ہوئے اور ہم اپنے گاؤں جانے کیلئے تیار ہوئے تو حضرت

مولوی صاحب بھی حسبِ معمول الوداع کہنے ہمارے ساتھ سٹیشن تک تشریف لائے۔ مسافروں کے بے انتہا ہجوم میں بمشکل تمام گاڑی میں بیٹھنے کی جگہ حاصل کر سکا۔ حضرت مولوی صاحب متبسّم چہرے سے حضرت بانیٔ سلسلہ کے مہمانوں کی روانگی کا شاندار منظر دیکھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً میری طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا "بیٹیا ذرا بات سنو" گاڑی چونکہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اس لیے میں نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہمہ تن گوش ہوکر عرض کی "فرمایئے"!

آپ نے فرمایا کہ "باہر آؤ" چنانچہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ہجوم کو چیرتا ہوا گاڑی سے نیچے اترا۔ تو حضرت مولوی صاحب نہایت شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مجھے ذرا فاصلے پرلے گئے اور رازدارانہ لہجے میں فرمایا:

"بیٹیا! سگریٹ نہ پیا کرو یہ بُری عادت ہے اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے"

میں بہت شرمسار ہوا اور سوچنے لگا کہ مولوی صاحب کو کس طرح اتنے فاصلے سے میرے سگریٹ پینے کا علم ہوگیا۔ چنانچہ آپکی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ جلد ہی خدا تعالیٰ نے مجھے سگریٹ ترک کرنے کی توفیق بخش دی۔

★ تالا تو بالکل ٹھیک ہے۔

چوہدری ناصر الدین صاحب بیان کرتے ہیں

جن دنوں مجھے حضرت مولوی صاحب کے ساتھ دفتر ترجمۃ القرآن میں کام کرنے کا موقعہ میسّر تھا

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ دفتر پہنچا تو آپ نے چابی میرے سپرد کی اور فرمایا کہ تالا کھولو۔ میں تالا کھولنے کی کوشش کرتا رہا اور حضرت مولوی صاحب نہایت خاموشی سے میری ناکامی کا تماشہ دیکھتے رہے۔ چابی تو نہایت آسانی سے گھوم جاتی تھی مگر تالا نہیں کھلتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب مسکراتے جاتے اور فرماتے "اور زور لگاؤ" میں ذرا دبا کر چابی گھماتا لیکن تالا نہ کھلتا۔ میں نے عرض کیا یہ تو نہیں کھلتا۔ فرمانے لگے میں تو روز کھولتا ہوں تالا تو بالکل درست حالت میں ہے۔ تمہارے چابی لگانے میں نقص ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں قطعی طور پر یہ بات نہ آئی کہ یہ

ایک بار حضرت ابن مسعودؓ بازار میں بیٹھے ہوئے کچھ سودا لے رہے تھے۔ دام دینے کے واسطے عمامہ میں سے درہم نکالنا چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تک موجود تھے"

لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ

"الٰہی اس کے ہاتھ کٹ پڑیں اور اس کا بُرا ہو"

اس پر آپ نے فرمایا۔

"الٰہی اگر اس کو کچھ حاجت تھی اور لے لیا ہے۔ تو اس کو برکت دے کہ اس کا کام نکل جائے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لے گیا ہو تو اسی گناہ کو اس کا پچھلا کفّارہ کر دے کہ آگے پھر ایسا نہ کرے"

"TRICK LOCK" ہے۔ جس میں ایک طرف پتی سی لگی ہوئی ہے۔ جب تک اُسے اوپر نہ کیا جائے تالہ نہیں کھلتا۔ آخر آپ نے متبسم چہرے کے ساتھ فرمایا کہ "بس زور ختم ہوگیا" اور جھک کر اس پتی کو اوپر کر دیا جس سے تالا فوراً کھل گیا۔ مَیں مولوی صاحب کے اس مذاق سے بے حد محظوظ ہوا۔

★ پہلے دایاں بازو

مکرم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب بیان کرتے ہیں " جن دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب میو ہسپتال میں شدید بیمار تھے ایک دفعہ مجھے آپکو کپڑے پہنانے کا شرف حاصل ہوا قمیص پہناتے وقت مَیں نے غلطی سے بائیں بازو کو دایاں بازو سمجھتے ہوئے آپ کو پہنانا چاہا جس پر حضرت مولوی صاحب نے فوراً مجھے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ تو صاحبِ علم ہیں مَیں پہلے دایاں بازو پہنا کرتا ہوں۔

★ پہلے بایاں پاؤں

مکرم چوہدری غلام رسول صاحب بی اے بی ٹی فرماتے ہیں۔ " بیت نور قادیان میں غالباً عصر کی نماز کے بعد ایک دوست باہر جانے کیلئے اپنے جوتے پہن کر دو چار قدم ہی چلے تھے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے انہیں واپس بلا لیا اور نہایت نرمی سے فرمایا " سنتِ نبوی یہ ہے کہ خانۂ خدا سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں خانۂ خدا سے باہر نکالا جائے اور پھر دایاں۔ آپ نے اس کے برعکس کیا تھا"

★ صرف سمجھادیں

مکرم عبدالسلام صاحب اختر بیان کرتے ہیں "ایک دفعہ میں ریتی چھلہ میں بڑ کے درخت کے قریب سے گزر رہا تھا۔ وہاں چند لڑکے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا شیر علی صاحب گھر کی طرف جاتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ آپ نے ابھی دس پندرہ قدم کا فاصلہ ہی طے کیا ہوگا کہ کھیل میں ایک لڑکے نے اس زور سے ڈنڈے سے گلی کو مارا کہ وہ سنسناتی ہوئی سیدھی آپکی گُدّی پر آن لگی۔ مَیں قریب ہی تھا یہ واقعہ دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اور اسی غصہ کے عالم میں مَیں نے ہاتھ کے اشارے سے اس لڑکے کو آواز دی" ادھر آؤ"۔ حضرت مولوی صاحب نے میری آواز سن کر فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا۔ "بچوں کو مارنا ٹھیک نہیں۔ صرف سمجھا دیں کہ گزرگاہوں پر نہ کھیلا کریں"۔

قرارداد ہائے تعزیت

ہمیں مندرجہ ذیل قراردادیں موصول ہوئی ہیں مگر جگہ کی کمی کیوجہ سے شائع نہیں ہوسکیں۔

۱۔ قرارداد مجلس انصار اللہ مرکزیہ
۲۔ " جماعت ہائے احمدیہ صوبہ بلوچستان }
بروفات حضرت صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال خرچ

۳۔ قرارداد جماعت ہائے احمدیہ ضلع نواب شاہ
بروفات مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب امیر ضلع نوابشاہ

۴۔ قرارداد مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع قصور
بروفات حکیم الٰہی بخش صاحب والد محترم ڈاکٹر اقبال احمد صاحب بھٹی نائب قائد ضلع قصور

(مرسلہ: عبدالناصر منصور۔ کنجروڑ)

قرآن قلب کے جذبات کی لہروں پر مبنی ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد فرماتے ہیں

"ترتیبِ قرآن ظاہر پر مبنی نہیں۔ بلکہ قلب کے جذبات کی لہروں پر مبنی ہے اور یہ لہریں مختلف ہیں اس کے متعلق دو مثالیں ہیں ایک اچھی اور ایک بُری۔

کہتے ہیں کہ ایک (امام الصلوٰۃ) ایک دن جماعت کرانے لگا تو اس نے دیکھا کہ مقتدی آسودہ حال ہیں اس پر نماز میں اسے خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ مجھے تحائف دیں تو میرے پاس بڑا مال اکٹھا ہو جائے پھر جب مال جمع ہو گیا تو میں اس سے تجارتی سامان خریدوں گا اور خوب تجارت کرونگا۔ کبھی دلی میں اپنی اشیاء لے جاؤں گا۔ کبھی کلکتے چیزیں لے جاؤں گا۔ غرض اس طرح وہ خیالات دوڑاتا چلا گیا۔ پھر ہندوستان اور بخارا کے درمیان اُس نے تجارت کی سکیم بنانی شروع کر دی۔ اب بظاہر وہ رکوع اور سجود کر رہا تھا۔ مگر خیالات کہیں کے کہیں تھے۔ ایک بزرگ بھی ان مقتدیوں میں شامل تھے۔ ان پر کشفی حالت طاری ہوئی اور انہیں امام کے تمام حالات بتا دیئے گئے۔ اس پر وہ نماز توڑ کر الگ ہو گئے جب اس (امام) نے نماز ختم کی تو وہ ان پر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ تمہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ نماز امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے مسئلہ تو مجھے معلوم ہے مگر میری صحت کچھ کمزور ہے میں آپ کے ساتھ چلا اور دلی تک گیا پھر دلی سے بخارا گیا پھر میں تھک کر رہ گیا اور چونکہ اتنے لمبے سفر کی میں برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لیے آپ سے الگ ہو گیا۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اب یہ بیہودہ خیالات تھے جو اس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ مگر ان خیالات میں بھی وہی ترتیب رہی جو اس کے جذباتِ قلب پر مبنی تھی۔ یہی حال نیک خیالات کا ہے۔ اور وہ بھی اسی رنگ میں پیدا ہوتے ہیں۔"

صدقات میں کیا دیا جائے؟

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی غریب کو اچھا کپڑا دینے کا کیا فائدہ؟ اسکی بجائے اگر دس غریبوں

کو کھدر کے کپڑے بنوا دیئے جائیں تو زیادہ اچھا ہوگا یا مثلاً ایک شخص کو پلاؤ کھلانے کی بجائے دس کلو آٹا دیدیا جائے تو یہ بہتر ہے لیکن یہ انکی غلطی ہے (دینِ متین) فطرت کی گہرائیوں کو دیکھتا ہے (وہ) جانتا ہے کہ غرباء روزانہ امراء کو اچھا کھانا کھاتے اور اچھے کپڑے پہنتے دیکھتے ہیں اور خود بھی چاہتے ہیں کہ ویسے ہی کپڑے پہنیں اور ویسے ہی کھانے کھائیں اس لیے ایسی بھی صورت ہونی چاہیئے کہ انکو اس امر کے مواقع حاصل ہو سکیں۔ (دین) لوگوں کو خشک فلسفی نہیں بناتا بلکہ لوگوں کے دلوں کے خیالات پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔

ہمارے ملک میں ایک قصہ مشہور ہے جسے ہم بچپن میں بہت خوشی سے سنا کرتے تھے قصہ یہ تھا کہ کوئی لکڑہارا تھا جو بادشاہ کے باورچی خانہ کے لیے لکڑیاں لایا کرتا تھا۔ جب ایک دن وہ لکڑیاں لے کر آیا تو کھانے کو بگھار لگایا جا رہا تھا۔ اس پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور باورچی سے کہنے لگا کہ کیا اس کھانے میں سے مجھے کچھ دے سکتے ہو۔ اس نے کہا یہ بڑا قیمتی کھانا ہے۔ تمہیں کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ .... لکڑہارے نے پوچھا یہ کتنا قیمتی ہے اس نے بتایا کہ تمہاری چھ ماہ کی لکڑیوں کی قیمت کے مساوی ہے۔ اس پر وہ لکڑیاں ڈالنے لگا۔ پہلے وہ روزانہ ایک بوجھ لایا کرتا تھا پھر دو لانے لگا۔ ایک بوجھ کھانے کی قیمت میں دیتا اور ایک بوجھ کی قیمت سے گزارہ چلاتا۔ آخر چھ ماہ بعد اسے وہ کھانا دیا گیا جب وہ اسے لیکر گھر گیا تو کسی فقیر نے دروازے پر جا کر کھانا مانگا لکڑہارے کی بیوی نے کہا یہی کھانا اسے دیدو کیونکہ ہم تو چھ ماہ لکڑیاں ڈال کر یہ پھر بھی لے سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس طرح بھی نہیں لے سکتا۔ لکڑہارے نے وہ کھانا فقیر کو دیدیا۔

اسی طرح ہمایوں کو جس سقّہ نے دریا میں ڈوبتے ہوئے بچایا تھا۔ اُسے جب کہا گیا کہ جو کچھ چاہو مانگو۔ تو اس نے چار پہر کیلئے بادشاہت مانگی۔ یہ تھی ایک سقّہ کے دل کی خواہش۔ تو خدا تعالیٰ دلوں کو پڑھتا ہے۔ پس دلوں کے احساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے (دینِ متین) نے یہ حکم دیا کہ

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ ع۱)

کہ جو کچھ خدا نے دیا ہو اس میں سے خرچ کرو۔ روپیہ ہی صدقہ میں نہیں دینا چاہیئے۔ کبھی اچھا کپڑا دو۔ اچھا کھانا دو بلکہ جو کچھ تمہیں دیا جائے اُس میں سے بانٹتے رہو۔"

> "جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اسکی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔" (بانی سلسلہ احمدیہ)

(محمد احمد نعیم۔ سرگودھا)

-● آبی بم (Depth Changes)

یہ ایک قسم کے بم ہیں جو سمندر کے اندر آبدوز کشتیوں پر گرائے جاتے ہیں۔ جب یہ بم کسی کشتی پر گرتا ہے تو اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔ اسکی کامیابی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ سطح آب پر تیل پھیل جاتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آبدوز کشتی تباہ ہو گئی ہے۔

-● آتشیں بم (Incendiary Bomb)

یہ وہ بم ہوتے ہیں جو گرتے ہی پھٹ جاتے ہیں ان میں آتش گیر مادہ بھرا ہوتا ہے جو اردگرد پھیل کر جل جانے والی چیزوں کو آگ لگا دیتا ہے۔ انکی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا سخت مشکل کام ہے۔ پانی ڈالنے سے یہ آگ اور بھڑکتی ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ ان بموں کو بجھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان پر ریت ڈال دی جائے۔

-● آخری ساعت (Zero hour)

اس سے مراد وہ آخری لمحہ ہے جب کسی ملک پر کوئی حملہ ہونا ہوتا ہے۔ حملہ آور ملک اس راز کو جہاں تک ہو سکے نہایت احتیاط سے چھپائے رکھتا ہے اور اسی وقت معلوم ہوتا ہے جب فوجیں کسی ملک پر چڑھ دوڑتی یا اس کے کسی حصے پر قابض ہو جاتی ہیں۔

-● امپیریلزم (Imperialism)

ایک قوم کا دوسری قوم پر اس کی مرضی کے خلاف حکومت کرنا خصوصاً ان قوموں پر جو تمدنی اعتبار سے پیچھے ہیں۔

-● جارحانہ اقدام (Aggression)

جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو ہر ایک ملک دوسرے ملک پر الزام لگاتا ہے کہ جنگ کا آغاز کسی دوسرے ملک نے کیا ہے۔ اور اپنے آپکو بے گناہ ثابت کرتا ہے۔ جنگ شروع کرنے کو جارحانہ اقدام کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال پہلے پہل ورسائی صلحنامے میں ہوا اتحادیوں نے صاف طور پر پچھلی جنگ کیلئے جرمنی کو ذمہ دار قرار دیا تھا تبھی سے اس لفظ کو جمعیت الاقوام کے اصولوں میں شامل کر دیا گیا۔ چنانچہ جارحانہ اقدام سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ دوسرے ملک پر صلح کے طریقوں کو چھوڑ کر جنگ کا اقدام کرنا۔ آج ٹھیک طریقے سے کسی ملک کو جارحانہ اقدام کرنیوالا ثابت کرنا نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ ہر ایک ملک اپنی صفائی میں کافی دلیلیں پیش کر سکتا ہے لیکن عوام خود اتنا

سمجھ گئے ہیں کہ یہ اندازہ لگا سکیں کہ جنگ کا اصلی مجرم کون ہے اور کس ملک نے پہلے بلا کسی وجہ کے دوسرے ملک پر حملہ کیا ہے۔

-● جبری بھرتی (Conscription)

اس قانون کو کہتے ہیں جس کی رُو سے کسی ملک کی حکومت کو یہ اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں کہ وہ ملک کے ہر بالغ کو بوقت ضرورت حکماً فوجی خدمت بجالانے کیلئے مجبور کر سکتی ہے۔

-● ایس-او-ایس (S.O.S)

جب کوئی بحری جہاز طوفان میں گھر جاتا ہے یا اس پر کوئی آبدوز کشتی حملہ کرتی ہے تو وہ اپنی مدد کیلئے دوسرے جہازوں کو لاسلکی پیغامات بھیجتا ہے اس وقت وہ یہ حروف نشر کرتا ہے ان کے معنی ہیں ہماری جان بچاؤ (یعنی Save our Souls)

-● بارودی سرنگیں (Land Mines)

خشکی پر دشمن کے راستے میں بارود پھیلادی جاتی ہے جسے دشمن کے آگے بڑھنے پر دور سے ہی برقی شرارے کی آگ دکھادی جاتی ہے اور دشمن کی فوجیں وہیں ڈھیر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جنگِ عظیم میں فرانس نے جرمنی کے راستے پر فرانس میں اور اتحادیوں نے جرمن فوج کے راستے پر طبروق (لیبیا) میں ان سے خوب کام لیا۔

-● پانچواں دستہ (Fifth Column)

۱۹۳۶-۳۹ء میں ہسپانیہ میں اشتراکی اور آمری فوجوں میں جنگ ہو رہی تھی تو آمری فوجوں کے لیڈر نے اعلان کیا کہ میڈرڈ میں چار لشکر تو چاروں طرف سے بڑھ رہے ہیں اور ہمارا پانچواں لشکر میڈرڈ کے اندر رہ وہ وقت پر اپنا کام کریگا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی ملک کے اندر رہتے ہوئے باہر سے حملہ کرنیوالوں کے حق میں رائے عامہ پیدا کرتے ہیں اور وقت پر شورش، بغاوت اور خبر رسانی کا کام کرتے ہیں محاذِ جنگ کے پیچھے یہ خفیہ کام کرنیوالے پانچویں دستے کے لوگ کہلاتے ہیں۔

-● گوریلا جنگ (Guerilla warfare)

ان فوجی دستوں کو کہتے ہیں جو دشمن سے سرِ میدان تو نہیں لڑتے لیکن اچانک اور چپ چاپ وقتاً فوقتاً دشمن کی فراہمی سامان کے ذرائع، تیل اور پٹرول کے ذخیروں، ریل اور موٹر گاڑیوں اور فوجی چھاؤنیوں پر شب خون مار کر دشمن کو سخت نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ دستے چھتریوں کے ذریعے دشمن کے پیچھے بھی اتارے جاتے ہیں انکا مقصد چھپ چھپا کر دشمن کے راستے میں مشکلات پیدا کرنا ہے۔

-● داخلی محاذ (Home Front)

اس سے مراد کامل اندرونی حفاظت ہے۔ یعنی دشمن کو ملک کے اندر گھسنے اور اسکے پراپیگنڈا کا اثر زائل کرنے، لڑنے اور نہ لڑنے والے باشندوں کیلئے سامانِ خوراک بہم پہنچانے اور ملک کو ہر حال

میں مطمئن رکھنے کے سلسلہ میں ملک کے اندر جو مساعی جاری ہوں انکا مجموعہ۔

-• دھوکہ (Camouflage)

اس سائنس اور آرٹ کا نام ہے جس کے ذریعے کوئی ملک اپنے ہوائی اڈے، پل، تیل کے ذخیرے فیکٹریاں وغیرہ دشمن کے ہوائی وبری حملوں سے بچانے کی غرض سے مصنوعی طور پر چھپا لیتا ہے اور دشمن کو دھوکہ دینے کیلئے نقلی ہوائی اڈے اور پل وغیرہ تیار کر لیتا ہے۔ کبھی یہ عمل زمین پر مختلف قسم کے دھبے وغیرہ بنا کر کیا جاتا ہے تاکہ دشمن کے جہاز بلندی پر سے صحیح طور پر کسی چیز کو شناخت نہ کر سکیں۔

-• ڈویژن (Division)

مختلف قسم کے جنگی ہتھیاروں سے مکمل طور پر مسلح فوجی گروہوں کو کہتے ہیں۔ ایک ڈویژن میں پیدل فوج، توپخانہ، ٹینکوں کے دستے، سفرمینا پلٹن، رسد لانے والے دستے اور ریڈ کراس ایمبولینس کے دستے ہوتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں ایک ڈویژن کے پاس بری یا ہوائی فوجوں کے ہتھیاروں سے لیس مختلف گروہ ہوتے ہیں۔ جن کے پاس دشمن پر حملہ کرنے اپنی فوج کو رسد لانے، راستہ بنانے زخمی سپاہیوں کو ہسپتال پہنچانے وغیرہ کا مکمل سامان ہوتا ہے۔ آجکل کے ایک ڈویژن میں گیارہ ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک سپاہی ہوتے ہیں

محمدؒ بن سیرینؒ کی والدہ کو رنگین اور نفیس کپڑوں کا شوق تھا۔ ابنِ سیرین والدہ کے اس شوق کا بے حد لحاظ رکھتے اور جب کپڑے خرید تے انکی نرمی اور لطافت کو دیکھتے اور خوب جانچتے، عید کے لیئے اپنے ہاتھ سے اپنی ماں کے کپڑے رنگتے ماں کے سامنے کبھی بلند آواز سے نہ بولتے۔ اس طرح گفتگو کرتے گویا کوئی راز کی بات کہہ رہے ہیں۔

-• زمین دوز قلعہ (Pill Box)

زمین پر بنے ہوئے اس کنکریٹ کے گنبد کو کہتے ہیں جس کے اندر مشین گنیں چھپی ہوتی ہیں اور وقت آنے پر یہ مشین گنیں زمین سے نیچے ہی سے چھوڑی جا کر گولہ باری کر سکتی ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی فوجی چوکیاں ہیں جو جا بجا زمین پر بکھری پڑی ہوتی ہیں۔

جب سے اے یار تجھے یار بنایا ہم نے
ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے

طالبِ علمِ جامعہ کیا ہے غلبۂ دین کی علامت ہے
اُسنے ٹھکرا دیا زمانے کو اسکو اللہ سے محبّت ہے
اسکو حاصل ہے ایک ذہن رسا پاک خُو اور نیک فطرت ہے
اپنے گھر کا یہ لاڈلا بچہ اب جماعت کی اِک امانت ہے
بے نیازی مثالِ شاہانہ گرچہ درویش کی سی حالت ہے
اسکا چہرہ گلاب کا سا ہے دل مگر پیکرِ شجاعت ہے
اسکا مقصد ہے دین کا غلبہ سَر میں سودائے عون و نصرت ہے
سارا عالم ہے اسکی جولانگاہ اسکی قسمت میں فتح و نصرت ہے
اسکی اولاد کے مقدّر میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے
اسکی عزّت کرینگے شاہ و گدا ایسا یہ خادمِ ہے
ایسے غلمان میں شمار اسکا جنکے دَم سے عیاں کرامت ہے

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
ربوہ

جناب محمد رفیع رضا - ربوہ

چپ چپ مکیں ہیں اور مکاں اضطراب میں
تجھ سے بچھڑ کے شہر ہے جیسے عذاب میں
نظریں ہیں آسماں پہ گڑی ساری بزم کی
اور عکس موجزن ہے تیرا ماہتاب میں
ذہنوں پہ کربلا کے نظارے ہیں روز و شب
اور تشنگی سی اتری ہوئی ہے چناب میں
ہر چھوٹے اور بڑے نے محبّت میں ڈوب کر
چوما ہے تیرے خط کو بڑے اضطراب میں
ہم نے ترے فراق میں آنسو بہائے ہیں
لکھا ہے یہ گُنہ بھی ہمارے حساب میں
وہ بات کس شعور کی کرتے ہیں بے خبر
جھکنا لکھا نہیں ہے جنُوں کے نصاب میں

دل تو رضا کا تیری وفا کا اسیر تھا
آنا کہاں سے اور کوئی انتخاب میں

ولیم کنگسٹن : ایک کامیاب کسان

سومرسٹ انگلستان میں بغیر بازوؤں کے ایک کسان تھا۔ اس کے متعلق ایک پادری جان کو ۱۸۷۸ء میں ایک نوجوان والٹن کا خط موصول ہوا۔ والٹن لکھتا ہے:

"میں اپنے ایک دوست کے ساتھ اس آدمی کو ملنے گیا جس نے ہمیں پاؤں کی مدد سے ناشتہ پیش کیا۔ وہ پاؤں کی دو انگلیوں سے چائے کا پیالہ اور توس پکڑتا۔ بعد میں میں نے اس کے سامنے ایک کاغذ رکھا جس پر اس نے اتنی آسانی سے لکھنا شروع کر دیا جس طرح وہ ہاتھوں سے لکھ رہا ہو۔ وہ اپنے جوتے خود صاف کرتا ہے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام جیسے آگ جلانا دروازہ کھولنا وغیرہ۔ وہ بالکل نارمل انسانوں کی طرح کام کرتا ہے۔ اس کا پیشہ کھیتی باڑی ہے اپنے پاؤں کی انگلیوں سے وہ گائے کا دودھ دوہتا ہے۔ خود گھاس کاٹتا ہے کھیتوں میں جاتے ہوئے اپنے گھوڑے پر خود کاٹھی اور باگیں ڈالتا ہے۔ اگر اس کی کوئی بھیڑ کسی ریوڑ میں ہو تو بآسانی اسے بھی نکال لاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ وہ بغیر ہاتھوں کے ہر وہ کام کر لیتا ہے جو دوسرے لوگ کرتے ہیں"

میرکیزوٹ : اٹلی کا بونا

کیزوٹ ۱۷۴۱ء میں وینس (اٹلی) میں پیدا ہوا اس کے کئی بھائی تھے جو نارمل تھے۔ لیکن اسکے کاندھوں کے کونوں پر بجائے بازوؤں کے صرف ہاتھ اور پیٹھ سے صرف پاؤں جڑے تھے۔ اس کا قد صرف ۲ فٹ اور ۶ انچ تھا۔

کیزوٹ نے سارے یورپ میں اپنی نمائش کی۔ ابھی وہ چھوٹا ہی تھا کہ اس نے گھوڑے کی پشت پر سفر کیا۔ وہ اپنے بگڑے ہوئے پاؤں کی مدد سے بہت اچھی طرح چل لیتا۔ اس کا منہ ہاتھوں سے کافی دور تھا جس کی وجہ سے اسے کھانے میں دقت ہوتی تھی۔ اس محرومی کو دور کرنے کیلئے وہ اپنے نچلے جبڑے کو بہت نیچے لیجانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسطرح کافی جدوجہد کے بعد اس نے اس محرومی

پر بھی قابو پا لیا۔

بعد میں وہ پیرس میں سکونت پذیر ہوا اور ۶۲ سال کی عمر میں مرا۔ اس کا ڈھانچہ ابھی تک DUPUYTREN کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

کوبیلکوف : صرف ریڑھ کی ہڈی

فرانس میں کوبیلکوف کو انسانی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کے بازو اور ٹانگیں نہیں تھیں ۔ وہ روس میں ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوا کوبیلکوف جب بڑا ہوا تو وہ بہت مضبوط اور عضلاتی جسم کا مالک تھا۔ جب ۱۸۷۰ء میں مغربی یورپ کے تھیٹروں میں لوگوں کے سامنے آیا تو اس نے انہیں اپنے کبھی نہ بھولنے والے کرتبوں سے حیران کر دیا۔ اپنی حرکات کے دوران اپنے دائیں کاندھے (جس میں ۸ انچ لمبی ہڈی تھی) کا استعمال کرتا۔

ایک دفعہ جب پردہ اٹھا تو کوبیلکوف ایک میز کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جس پر بیشمار چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان چیزوں کی مدد سے اُسے اپنے فن کو پیش کرنا تھا۔ اس نے اپنے دانتوں میں قلم کو پکڑ کر دوات میں ڈبویا اور ایک کاغذ پر اپنا نام لکھا جو تماشائیوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر اس نے ایک برش لیا اور دانتوں میں پکڑ کر کئی چیزوں کے اسکیچ ایک کاغذ پر بنائے۔

کوبیلکوف جس طرح کھانا کھاتا تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ گلاس کو کاندھے کی ہڈی سے پکڑتا اور اپنے لبوں تک لے جاتا۔ وہ نہ صرف پستول کو پکڑ لیتا بلکہ اسے لوڈ کر کے فائر بھی کر لیتا تھا۔ یہ انسانی مداری بھی تھا اور بآسانی قلابازیاں لگا لیتا تھا۔

۱۸۷۲ء میں کوبیلکوف نے شادی کر لی اور ۱۱ بچوں کا باپ بنا۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔

جونی اِک : ٹانگوں کے بغیر

۱۹۳۲ء میں جونی نے ایک اخباری نمائندے سے کہا " ٹانگیں؟" مجھے ان کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تمہاری ٹانگیں ہیں تو تمہیں پتلون پہننی پڑیگی۔ اور پتلون کو استری کرنا ہوگی۔

مَیں نصف تو ہوں لیکن کوئی مجھے نصف تنخواہ پر نہیں رکھ سکتا۔ " جانی کی ٹانگیں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ اس کے پاس کبھی بھی ٹانگیں نہیں تھیں۔ اس نے ٹانگوں کے بغیر تیرنا اور غوطہ زنی سیکھی اس نے کئی ایک بار موسیقی کو مرتب کیا اور آرکسٹرا بجایا۔

جانی جو بالٹی مور کا رہنے والا تھا ، ۲۷ اگست ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوا۔ اس کا ایک جڑواں بھائی بالکل نارمل تھا۔ جب ایک سال کا ہوا تو دوسرے بچوں کی مانند یہ بھی چلتا تھا۔ لیکن اپنے طریقے اپناتے ہوئے وہ اپنا توازن قائم رکھتا۔ وہ اپنے بھائی کے

ساتھ سکول میں داخل ہوا۔ اور کئی ایک ایوارڈ بھی حاصل کئے۔ وہ ڈرائنگ اور موسیقی میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ اس نے سیکسوفون اور کلیرنٹ بجانا سیکھا۔

۱۴ سال کی عمر میں اس نے لوگوں میں اپنی نمائش کی۔ بعض اوقات وہ اپنے جڑواں بھائی کے ساتھ سٹیج پر پیش ہوتا۔ دونوں بھائی ہو بہو ایک دوسرے کی نقل تھے۔ لیکن جانی کا قد صرف ۱۸ انچ تھا وہ اپنے بھائی کے قد کا تیسرا حصہ بھی نہ تھا۔ اس کا وزن صرف ۷۵ پونڈ تھا۔ اگرچہ جانی اپنے ہاتھوں کی مدد سے چلتا تھا لیکن اس کی ہتھیلیاں سخت نہ تھیں۔ کیونکہ وہ ہاتھوں پر دستانے چڑھا لیتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کی مدد سے عام آدمی کی نسبت زیادہ تیزی سے دوڑ لیتا تھا۔

پرنس رینڈین: بازوؤں اور ٹانگوں سے محروم

پرنس رینڈین جو برٹش جیوانیا سے تھا ٹانگوں اور بازوؤں سے محروم پیدا ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں پی۔ ٹی بارنم اسے امریکہ لایا کئی سال تک وہ سرکسوں اور نمائشوں میں پیش ہوتا رہا۔ اس نے شادی کی اور پانچ بچوں کا باپ بنا۔ اس نے فریکس نامی فلم میں حصہ لیا۔ وہ ۶۳ سال کی عمر میں مر گیا۔

رینڈین اپنے کاندھوں کی مدد سے چلتا اس کی چال سانپ جیسے کیڑے سے ملتی جلتی تھی۔ لوگ اسے CATERPILLAR OR SNAKE MAN کہا کرتے تھے۔

اس نے خود پڑھنا سیکھا اور اپنے ہونٹوں میں پین دبا کر لکھ لیتا۔ تمباکو اور کاغذ سے سگریٹ بھی بنا لیتا۔ وہ کہا کرتا تھا "ایک دن میں خود اپنے لئے ایک گھر بناؤں گا۔"

("عجیب لوگ" سے ماخوذ) (مرسلہ: ظہور احمد ربوہ)

دنیا کی طویل ترین تصویر نیو یارک کے ایک مصوّر جان بنوارڈ نے ۱۸۴۰ء میں بنائی تھی۔ یہ تصویر ۳ میل لمبے کینوس پر بنائی گئی ہے۔ اس تصویر پر ایک ہزار دو سو میل لمبے زمینی رقبے کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔

بنوارڈ نے یہ تصویر ۴۰۰ دن میں بنائی آرٹ کے نقادوں کا خیال ہے کہ اتنی لمبی تصویر نہ کبھی پہلے بنی، نہ آئندہ بن سکے گی۔

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ ہمیشہ چار جوڑے کپڑے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک پہننے کے لئے دوسرا دھلنے کیلئے اور تیسرا لباس اس لئے رکھتا ہوں کہ ممکن ہے ناگہانی طور پر جسم یا کپڑا گندہ ہو جائے تو فوراً تبدیل کرنے کی ضرورت پڑیگی۔ اور چوتھا اسلئے رکھتا ہوں کہ شاید کوئی ایسا شخص آجائے جس کو کپڑا دینے کی ضرورت ہو (جوامع الکلم صہ ۲۳۳) مرسلہ حافظ محمود احمد طاہر

س : نازیت کیا ہے ؟

ج : یہ جرمنی کی ایک سیاسی تحریک ہے جس کے آلۂ کاروں کو نازی کہا جاتا ہے۔ اس کے پیروکاروں کا یہ کہنا تھا کہ جرمن قوم باقی تمام اقوامِ عالم سے برتر ہے۔ ۱۹۳۳ء میں ہٹلر کی قیادت میں اس تحریک نے جرمنی کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹۴۵ء تک حکومت کی۔ کیونکہ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی کو دنیا کی مضبوط ترین طاقت بنا دیا جائے اس مقصد کے حصول کیلئے ہٹلر نے ۱۹۳۸ء میں دوسری عالمگیر جنگ کو جنم دیا۔ گو پہلے پہل ہٹلر نے کافی کامیابی حاصل کی لیکن ۱۹۴۵ء میں اسے مکمل طور پر شکست ہو گئی۔ اور یہ تحریک بھی ختم ہو گئی۔

س : گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء کس طرح وجود میں آیا اور یہ کیا ہے ؟

ج : یہ ایکٹ مونٹ فورڈ رپورٹ پر برطانوی پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا۔ وزیرِ ہند مانٹیگو کا مرتب کردہ یہ ایکٹ اس لیے تیار کیا گیا کہ برصغیر کے عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی میں کچھ کمی کی جائے۔

اس ایکٹ میں حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ مرکز کہلایا اور دوسرا صوبائی۔ مرکز کے وسیع اختیارات میں دفاع، امورِ خارجہ، مواصلات، تجارت اور خزانہ شامل تھے جبکہ صوبے کو پولیس، جیل خانے، زراعت، تعلیم مال گزاری، آب پاشی اور صحت کے محکمے سونپے گئے

مرکز اور صوبے کے ماتحت بھی دو الگ الگ شعبے مقرر کئے گئے مرکز کے تمام عہدیداروں کا تقرر حکومتِ برطانیہ کی منظوری کے بعد کیا جاتا تھا۔ مرکزی مقننہ کو دو ایوانوں میں تقسیم کیا گیا جن میں ارکان مذہبی اور قومی تناسب کے حساب سے شامل کئے جاتے۔ صوبائی انتظامیہ کا صدر صوبے کا گورنر ہوتا تھا۔ صوبے کی مقننہ کے منتخب ارکان میں سے اپنے لیے وزیر چن لیا کرتا تھا۔ اس ایکٹ کی جو سب سے بڑی کمزوری تھی وہ یہ تھی کہ گورنر وزراء کے فیصلوں کو منسوخ کرنے کا حق رکھتا تھا جس سے وزراء عوام کی خواہشات کو مدِّنظر رکھنے کی بجائے گورنر کی خوشی کو ترجیح دیتے تھے۔

"خالد" کی قلمی معاونت فرماویں

(مکرم ثاقب زیروی صاحب)

استفسار: عربی، فارسی اور اردو لٹریچر میں عنقاء نامی پرندے کی بہت شہرت ہے۔ لیکن آج تک کوئی ایسا شخص سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا جو اس امر کی گواہی دے کہ اس نے اسے بچشم خود دیکھا ہے۔ کیا یہ کوئی وجود بھی رکھتا ہے؟ براہ کرم شعراء کے فکر و خیال پر مسلط اس طائر کے بارے میں اپنی تحقیق و مطالعہ کا حاصل بیان کر کے آپ اپنے قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ بدرالدجیٰ احمد (ملیر کراچی)

الجواب: "عنقاء" کا لفظ خالص عربی ہے۔ اسے کسی عجمی زبان سے نہیں لیا گیا۔ عربی میں عُنق گردن کو کہتے ہیں۔ "حیوٰۃ الحیوان" کے مؤلف دمیری شافعیؒ کے مطابق عربوں کے خیال میں ایک عظیم خیالی طائر کے گلے میں ایک سفید طوق سا بنا ہوتا ہے۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ کہ اسکی گردن لمبی ہوتی ہے۔ انہی دونوں خیالوں کی بناء پر اس کا نام عنقاء قرار دیا گیا۔ لیکن عنقاء کا خیال عربوں کی ایجاد نہیں۔ بلکہ یہ خیال اور اس قسم کا کوئی نہ کوئی پرندہ ہر قوم کی دیو مالا میں موجود ہے۔

محض ایک خیالی چڑیا

دیو مالا ہر قوم کی تاریخ کے ابتدائی اور افتتاحی زمانے کی باتوں کو کہتے ہیں جس میں انسان کے بچپن کے بعید از عقل خیالات و اوہام قسم کی ناقابلِ فہم کہانیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ہر قوم کی دیو مالا میں کوئی نہ کوئی جانور ضرور موجود ہے۔ بعد والوں نے اس کے وجود سے انکار تو نہیں کیا البتہ اس کے بارے میں ایک دوسری قوم سے قدرے مختلف حالات بیان کئے اور کہا کہ یہ اُن مقامات میں رہتا ہے جہاں انسان کا گزر نہیں ہوتا یا اس کا وہاں گزر ممکن نہیں

لیکن جب ماہرین علم حیوانات اور دیگر محققین نے ساری دنیا چھان ماری اور اسے کہیں نہ پایا تو انہیں بالاتفاق یہ تسلیم کر لینا پڑا کہ

یہ محض ایک خیالی چڑیا کا نام ہے
جسے خدا کی بجائے قدما کے وہم و
گمان نے پیدا کیا ہے۔

ہر قوم میں موجود: عربوں سے صرف اسکے نام

کو منسوب کیا جا سکتا ہے ورنہ ہر قوم ہی نے عنقاء سے ایسی چیز مراد لی ہے جس کا مسکن ہر قوم میں موجود وہم گمان کے سوا اور کہیں نہیں۔

ایک زمانہ میں مصری اس خیالی پرندے کی تصویریں اپنی عمارتوں پر بنایا کرتے تھے اور اس کی بڑی بڑی مورتیاں تراشا کرتے تھے جنہیں اس کا سر کبھی مینڈھے کا کبھی عقاب کا اور کبھی آدمی کا بنایا جاتا تھا اور دھڑ شیر کا جس میں عقاب ایسے دست و بازو لگے ہوئے ہوں۔

اہلِ بابل کی دیو مالا میں انہی صفات کا ایک پرندہ نسروس نامی ملتا ہے۔ نسروس کو وہ دیوتا کا رتبہ دیتے تھے۔ اس کا دھڑ آدمی کا اور چونچ اور پر عقاب ایسے تھے۔

یونانیوں اور رومیوں کے عقائد میں ایک ایسا ہی عجیب الخلقت پرندہ گرفون نامی ملتا ہے اس کا دھڑ شیر کا اور چونچ اور بازو عقاب کے تھے

ہندوؤں کے ہاں بھی ہمیں ایک قوی الجثہ طائر "گرڑ" نامی ملتا ہے جس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ سری کرشن جی مہاراج معہ خاندان اس پر سوار ہو کر سیر کیا کرتے تھے۔ بلکہ مہابھارت کے نامور سورما اسی پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آتے تھے۔ بلکہ اس کے روحانی کمالات کے باب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

جب وہ اڑتا ہے تو اس کے پروں سے وید کے شلوک گونجتے ہیں جو

صاف سنائی دیتے ہیں۔

ایرانیوں کے ہاں نام سیمرغ ہے جس نے (ایرانی دیو مالا کے مطابق) رستم کے باپ زال کی پرورش کی تھی اور جو آڑے وقت میں رستم کی مدد کو آیا کرتا تھا۔

یہ خیال کہاں سے آیا

یہ بات یقیناً تحقیق طلب ہے کہ عربوں میں اس وہمی طائر کا خیال کس قوم سے آیا۔ ظہورِ اسلام سے قبل ان کا تمدن تین قوموں کے خیالات و قیاسات کا مجموعہ تھا۔

اوّل : آل قحطان یعنی عرب عاربہ جن کا ملک یمن تھا اور جو اصل عرب تھے۔

دوسرے : یہود جو حضرت اسماعیلؑ کے زمانے ہی سے یہاں آنے شروع ہو گئے تھے جن کے اور قحطانیوں کے تہذیبی ربط و ضبط سے ایک نئی نسل عرب مستعربہ پیدا ہوئی جس کے موسوی آداب و تمدن نے عربوں کو تہذیبی طور پر متاثر کیا اور

تیسرے : ایرانی اہل عرب کے ساتھ جن کے قدیم زمانوں سے روابط تھے اور جن سے پیشتر بابلی مذہب کے پیرو عرب میں پھیل چکے تھے۔

ایرانیوں اور بابلیوں کی دیو مالاؤں میں ایسا پرندہ ملتا ہے۔ یہود کے مسلّمات میں بھی یقیناً ہوگا۔ قحطانی عربوں کے زمانے کی کوئی کتاب تو موجود نہیں لیکن غالب قیاس یہی ہے کہ عربوں تک اس پرندے کا خیال یہی عرب کے نو آباد کار لائے

ویسے بھی عنقاء کے متعلق عربی کتب میں جتنے قصے نقل کئے گئے ہیں ان سب کا تعلق یمن اور صنعا ہی کے علاقوں سے ہے۔

عنقاء دراصل ہے کیا؟ اس کی صورت کیسی ہے؟ وہ پہلے پہل کب اور کہاں پایا گیا۔؟ اس سلسلہ میں " حیوٰۃ الحیوان " میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے جو بنی اسرائیل کی کہانیوں ہی سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے کہ

خدا نے حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک چڑیا پیدا کی جس کا نام عنقاء تھا اس کے چار بازو تھے۔ چہرہ آدمی کا سا تھا۔ پھر اسی ہیئت کا اس کا ایک نر بھی پیدا کیا۔ پھر موسیٰؑ کو وحی کی کہ میں نے دو چڑیاں پیدا کی ہیں جنکی خوراک وہ وحشی جانور ہیں جو بیت المقدس کے گرد رہتے ہیں۔ انکی نسل بڑھتی رہی حتیٰ کہ حضرت موسیٰؑ فوت ہو گئے اور یہ طیور فلسطین چھوڑ کر نجد چلے آئے جہاں آکر انہوں نے وحشی جانوروں کے علاوہ بچوں کو اٹھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت خالد بن سنان مبعوث ہوئے لوگوں نے انکے پاس ان چڑیوں کے بارے میں فریاد کی اور انکی دعا سے اللہ جلشانہٗ نے انکی نسل ہی ختم کر دی۔

ایک اور روایت

اسی طرح ایک اور روایت ایسی ملتی ہے جس میں اس کا تعلق "عرب عاربہ" اور بنی قحطان یمن میں ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کا ظاہر ہوتا قومِ ثمود کی باقیات بنام قومِ رسؔ کے زمانہ میں بتایا گیا ہے جس کا مرکز شہر عدن تھا۔ واضح رہے اہل عدن کیلئے قومِ رس کے زمانے ہی میں وہ عظیم حوض اور کنوئیں کھودے گئے تھے جن میں پہاڑوں سے اتر کر بارش کا پانی جمع ہوتا تھا اور برس بھر کیلئے مخلوق کیلئے کافی ہوتا تھا اور جو آج بھی موجود ہیں۔ علامہ عکبری کے مطابق عُنقاء نامی طائر کا ظہور بھی اسی زمانہ میں ہوا۔ لکھتے ہیں کہ

یہ ایک بڑا قوی ہیکل پرندہ تھا۔ جس کا چہرہ آدمی جیسا تھا اور جس میں ہر جاندار کی کوئی نہ کوئی چیز موجود تھی۔ یہ عظیم الجثہ اور خوبصورت چڑیا ہر سال 'فخ' نامی پہاڑی پر آیا کرتی تھی اور پہاڑی کے سارے پرندوں کو کھا جاتی تھی۔ ایک دفعہ اس پہاڑی کے پرندوں سے اس کا پیٹ نہ بھرا تو وہ انسانوں کی طرف رجوع ہوئی۔ پہلے ایک لڑکے کو اُچکا پھر ایک دن ایک لڑکی کو اٹھا کر لے گئی۔ انہی دنوں حضرت حنظلہ بن صفوان مبعوث ہوئے تھے لوگوں نے ان کے روبرو جا کر فریاد کی۔ انہوں نے دعا کی جسکی قبولیت کے نتیجہ میں عنقاء پر بجلی گری اور وہ جل کر خاکستر ہو گئی۔

مزید حاشیہ آرائی

علامہ قزوینی نے اسے قدرے مختلف حاشیہ آرائی سے بیان کیا ۔ مثلاً اس طرح کہ عُنقاء اتنا بڑا جانور ہے کہ ہاتھی کو اس طرح اپنے پنجے سے اٹھا لے جاتا ہے جس طرح چیل چوہے کو اٹھا

لے جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں یہ انسانوں ہی میں رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ آزار پہنچانے لگی اور ایک دن آراستہ و پیراستہ دلہن کو اٹھا کر لے گئی۔ اس پر حضرت حنظلہ نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی اور اللہ نے اسے وہاں سے اڑا کر خط استوا کے اس پار بحر اعظم کے کسی جزیرے میں پہنچا دیا جہاں آدمیوں کا گزر ممکن نہیں۔ لکھتے ہیں اسکی خوراک درندے ہیں۔ جب یہ اڑتا ہے تو پروں سے رعد پیدا ہوتی ہے۔ اسکی عمر کم از کم ۲۰۰۰ برس کی ہوتی ہے اور پانچ سو برس کا پٹھا بالغ ہو کر انڈے دیتا ہے۔ اور لوگ اسے عُنقاءِ مغرب کہتے ہیں گویا ان لوگوں کے خیال میں اس کا اصل وطن سرزمینِ مغرب ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے یونانیوں میں اس کا نام گرفون ہے۔ ارسطو نے اپنی کتاب میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ بسا ممکن ہے عربوں نے عُنقاء کا خیال انہی سے لیا ہو۔ ارسطو طالیس نے تو اس کا شکار کرنے کے طریقے بھی بیان کئے ہیں۔ مگر بعض مسلمان مصنفین نے ارسطو طالیس کو بھی مات کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن خلکان کے مطابق " احمد بن عبد اللہ بن احمد فرغانی نے (جو بعد میں مصر میں جا آباد ہوئے تھے) اپنی تاریخ میں عُنقاء کے دیکھے جانے کے بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے یہ کہ

" فاطمی خلیفہ عصر، عزیز بن نزار بن معز نے زندہ جانوروں کا ایک عجائب خانہ قائم کیا تھا جس میں ایسے ایسے جانور جمع کئے گئے تھے جو پہلے کبھی نہ دیکھے گئے تھے انہی میں ایک عُنقاء نامی جانور بھی تھا جسے مصر کے بالائی علاقوں سے لایا گیا تھا۔"

الف لیلہ میں ایسی ہیئت اور عادات و صفات کے ایک جانور 'رخ' کا بہت ذکر ملتا ہے کوئی عجب نہیں "عجائب المخلوقات" اور "حیوٰۃ الحیوان" میں یہ کہانیاں الف لیلہ ہی سے لیکر درج کی گئی ہوں۔ کیونکہ تخلیقِ عالم اور نیچرل ہسٹری کے محققین کی رائے میں تو زمین کے کسی کونے میں ایسے کسی طائر کا موجود ہونا ممکن نہیں۔ نہ ظاہری و مادی دنیا میں اس کا پایا جانا ہی ثابت ہے۔ ہاں "عُنقاء" اوہام پرستوں کے ذہن و خیال میں ضرور موجود ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ "لاہور")

(لاہور ۳۰ مئی ۱۹۸۱ء)

"دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

(حدیث نبوی)

۱۔ ہمارا پیارا رسالہ اب دو ماہ کی لمبی مدت کے بعد پڑھنے کو ملا۔ سبھی مضامین نہایت اعلیٰ پائے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسکو ہماری رہنمائی کا موجب بنائے اور مزید ترقیات سے نوازے۔

(مبشر احمد چک نمبر ۵ احمد آباد)

۲۔ یہ ایک لمبی جدائی تھی۔ مرکز سے رابطہ تو رہتا ہی ہے۔ مگر جو تعلق رسائل و اخبار وغیرہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کا ایک علیحدہ مزہ ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا رسالہ کبھی بھی ہم سے جدا نہ ہو۔

(عزیز احمد طاہر۔ کراچی)

ذہانت یا قسمت

تین ڈالر

۳/

امریکی مزاح نگار مارک ٹوین لکھتا
مشہور ہے کہ مجھے اپنے ایک دوست
کیلئے تین ڈالر کی اشد ضرورت تھی مگر
کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ آخر میرے
دوست نے کہا کہ کمرے سے باہر چلے
جاؤ۔ شاید قسمت مہربان ہو جائے۔
آگے کیا ہوا اور وہ رقم کیسے ملی؟ اسکے اپنے
الفاظ میں پڑھیے۔

"میں کمرے سے باہر تو نکل آیا۔ مگر حیران
تھا کہ آخر یہ تین ڈالر کہاں سے آئیں گے؟ کیسے
ملیں گے؟ ادھر ادھر گھومتے پھرتے جب تھک
گیا تو یونہی ایبٹ ہوٹل میں داخل ہو کر نشست
جمالی۔ وہاں بیٹھتے ہی ایک خوبصورت کتا میرے
قریب آ کر مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو
"کہو دوست کیسے ہو" میں پیار سے اس کا سر
سہلانے لگا۔ اسی اثنا میں بریگیڈیئر جنرل مائلز کا
ادھر سے گزر ہوا۔ وہ کتے کو دیکھ کر رک گیا
اور تحسین آمیز نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے
بولا "بہت عمدہ کتا ہے! اسے فروخت کرو گے؟"

میں نے جھٹ کہا "ہاں ہاں، کیوں نہیں!"

"تو پھر کیا لوگے" جنرل نے پوچھا۔

"صرف تین ڈالر!" میرے منہ سے
بے اختیار نکلا۔

جنرل یہ قیمت سن کر بھونچکا سا رہ گیا۔ اور
کہنے لگا۔

"اتنے عمدہ کتے کی قیمت صرف تین ڈالر!
معلوم ہوتا ہے تمہیں اسکی اصل قدر و قیمت کا
علم نہیں! لہذا سوچ
کر قیمت
بتاؤ کیونکہ میں
تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتا"
مگر اس بیچارے کو کیا پتہ تھا کہ زیادتی
کون کر رہا ہے۔ لہذا میں نے کہا۔

"میں تین ہی ڈالر لوں گا" یہی اسکی قیمت
ہے۔

جنرل نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے تین
ڈالر میری طرف بڑھائے اور کتے کو لے کر بالائی
منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

اس سگ فروشی کو دو منٹ بھی نہ گزرے
تھے کہ ایک ادھیڑ عمر شخص بڑی پریشانی کے عالم
میں ہوٹل میں داخل ہوا اور چاروں طرف یہاں تک
کہ میزوں کرسیوں کے نیچے بھی کچھ تلاش کرنے لگا
اس حالت میں دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"آپ کسی کتے کو تلاش کر رہے ہیں؟"

اس کا چہرہ چمک اٹھا اور وہ اشتیاق بھرے
لہجے میں بولا:

"کیا آپ نے اسے دیکھا ہے۔؟"

"ہاں! اسے دیکھا ہے" میں نے لاپرواہی
سے جواب دیا

"کہاں؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

" ابھی ایک منٹ پہلے میں نے اسے ایک معزز شخص کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے دیکھا ہے ۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اسے تلاش کر سکتا ہوں "

وہ بیچارہ اس پیشکش پر سراپا تشکر بن گیا۔ تو میں نے کہا :

" کتا تلاش کرنے میں کچھ وقت لگے گا ۔ اسلئے آپ کو کچھ معاوضہ دینا پڑیگا ۔ "

" آپ کیا لیں گے ؟ " اس نے اشتیاق سے پوچھا ۔ میں نے کہا ۔

" صرف تین ڈالر "

" ارے صرف تین ڈالر ! یہ تو کچھ بھی نہیں میں تو اس احسان کے بدلے دس ڈالر دینے کو تیار ہوں ؛ اس نے میرے تقاضے پر اظہار حیرت کرتے ہوئے کہا ۔ " نہیں میں تین ڈالر ہی لوں گا ۔ " اور جواب کا انتظار کئے بغیر میں ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا ۔

میں بالائی منزل کے کمرے میں داخل ہوا تو جنرل کتے سے پیار کر رہا تھا ۔ میں نے جاتے ہی کہا ۔ " اگرچہ مجھے افسوس ہے مگر میں کتا واپس لے جانے پر مجبور ہوں "

جنرل ہکا بکا سا ہو کر بولا

" آخر کیوں ؟ کیا تم نے اسے اپنی مرضی سے فروخت نہیں کیا ؟ "

" ہاں ! یہ ٹھیک ہے مگر میں بے حد مجبور ہوں کیونکہ ایک آدمی اسے واپس مانگ رہا ہے اور کتا میرا ہے بھی نہیں ۔ "

" گویا تم نے کسی اور کا کتا میرے ہاتھ بیچ دیا ! " جنرل کی حیرت دیدنی تھی ۔

" بھلے مانس تم نے اسے بیچا کیوں ، جبکہ یہ تمہاری ملکیت نہ تھا ؟ "

" واہ یہ بھی ایک ہی سوال رہا ۔ میں تو اسے بیچنے کیلئے بیقرار نہ تھا ۔ بلکہ آپ ہی نے اسے خریدنے کی خواہش اور کوشش کی تھی ۔ "

" میں نے کچھ دیر بحث و تکرار سے کام لیا تو جنرل زچ ہو کر چلایا : " اوہ خدا کیلئے یہ منحوس کتا لے جاؤ اور مجھے آرام کرنے دو ! "

چنانچہ میں نے جنرل کو تین ڈالر واپس کئے اور کتا نیچے لا کر اصل مالک کے حوالے کر دیا اور اسنے اس خدمت کے عوض تین ڈالر مجھے تھما دیئے یوں میرے دوست کی مشکل حل ہو گئی ۔

سبنب ● نبنب (انور طاہر کراچی)

حضرت داتا گنج بخش کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا " یا حضرت مجھے دشمن بہت تنگ کرتے ہیں ۔ " فرمایا " دشمن ہی تو سب سے اچھے دوست ہیں ۔ میں تو ہمیشہ دشمن تلاش کیا کرتا ہوں " دشمن انسان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر دیتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ دشمن کے حملے کا دفاع ضروری ہے اور دفاع کیلئے تیاری ۔ گویا دشمن انسان کو میدان عمل میں لا کھڑا کرتا ہے ۔

صحت کے آسان اصول

مرسلہ: عبدالخالق ناصر۔ معاون مدیر

اس وقت دنیا میں لاتعداد بیماریاں انسانی زندگی کو ختم کرنے کیلئے پر تول رہی ہیں۔ ان میں سے کئی بہت زیادہ مہلک ہیں۔ کئی بیماریاں ایسی ہیں جن کا اثر فوری تو نہیں ہوتا مگر آہستہ آہستہ وہ اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا کرنے میں لگی رہتی ہیں مثلاً ٹی بی، کوڑھ وغیرہ وغیرہ۔

آج ہم اپنے قارئین کے سامنے جس بیماری کے بارے میں چھوٹی چھوٹی تدابیر بیان کر رہے ہیں وہ ہائی بلڈ پریشر ہے۔

بلڈ پریشر کے مریضوں کے لئے کچھ تدابیر درج ذیل ہیں۔

● خون کا دباؤ بذات خود کوئی بیماری نہیں بلکہ یہ اس خراب صحت کے اسباب کا اظہار ہے جو اندر ہی اندر کام کر رہی ہے۔

-● لمبا سانس لینے اور باہر کی طرف لمبا سانس نکالنے کے عمل کی مشق کریں ابتدائی طور پر خون کے دباؤ کا دل اور خون کی شریانوں پر انحصار ہے۔ اور پھر یہ خون کے دورہ پر مبنی ہے جو ان میں سے گذرتا ہے۔

-● ورزش جسمانی مشین کو اچھی طرح سے اپنے کام کرنے کیلئے تیار رکھتی ہے باقاعدہ ورزش خون کو آزادی کے ساتھ بہنے اور اسکی تقسیم کو سب اعضاء میں مساوی رکھنے کیلئے ضروری ہوتی ہے۔

-● دماغی اور جسمانی کاوشیں خون کے دباؤ کو بڑھا دیتی ہیں۔ دماغی کام کو ہر دو گھنٹے کے بعد ۵ منٹ کیلئے بند کر دینا چاہیئے۔ ذرا سی دیر لیٹ جانے یا کمرہ کے اندر گھومنے سے بھی آرام مل سکتا ہے۔ زندگی کے جسمانی کاروبار کو کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک سستانے کے ذریعے مساوی رکھنا چاہیئے اور رات کے وقت کم از کم آٹھ گھنٹوں تک سونا اور آرام کرنا چاہیئے۔

-● زیادہ زہریلے خون کی گردش بہت دھیمی ہوتی ہے اور دباؤ ڈالنا چاہتی ہے۔ ہر روز کم از کم دو دفعہ بیت الخلاء جانا چاہیئے اور پانچ دفعہ پیشاب کرنا چاہیئے۔ جلد کے مسامات کا کام کرنا بھی ضروری ہے۔

-● کھار دار ذخیرہ بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ یقینی طور پر شریانیں صاف ہوتی رہیں اور خلیے از سر نو بنتے رہیں۔ تازہ سبزیاں، سلاد، پھل

اور دودھ بہت اچھی کھار دار خوراکیں ہیں۔

-● ہائی بلڈ پریشر کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ نرم و ملائم مادّہ کے جمع ہوجانے کے باعث شریانیں سخت ہوجاتی ہیں مادہ یعنی کولیسٹرل انکی دیواروں پر جم جاتا ہے۔ گوشت چکنائی کے باعث زیادہ جمنے کی خاصیت رکھتا ہے۔ اس لیے اپنے کھانوں میں گوشت کی بجائے دودھ دہی، پنیر، دال، مٹر، پھلیاں، خشک میوے اخروٹ اور خالص اناج استعمال کریں۔

-● لہسن کے میڈیکل اصول ہائی بلڈ پریشر کو گھٹانے کیلئے خاص طور پر قیمتی ہیں۔ لہسن شوربوں کو مزیدار بنانے کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

-● زیادہ پرجوش جذبات مثلاً غصّہ، حسد نفرت، فکر و تشویش وغیرہ بلڈ پریشر کو خصوصاً بڑھانے کا باعث ہیں۔ خوش باش اور دماغی طور پر نرم و ملائم طبیعت پیدا کریں۔

-● خون کا دباؤ تمام باتوں اور کاموں میں میانہ روی کا فلسفہ طلب کرتا ہے۔

★

اتنا جینا ہے اور نہ مرنا مشکل
جتنا کہ ہے ذہن کا نکھرنا مشکل
یہ علم تو وہ سخت غذا ہے جس کو
کھانا آسان، ہضم کرنا مشکل

مُشکلیں سب دُور کر مُشکل کُشا!

محترم مرزا محمد یوسف ایاز صاحب

بدّو ملہی

ظلمتیں کافور کر میرے خدا
مالکِ کُل خالقِ ارض و سما
صبر و استقلال کی توفیق دے
آز مائش میں نہ کر نا مبتلا
کلفتوں کو راحتوں میں دے بدل
درد کے ماروں کی سن آہ و بکا
رات کی سوز و گدازی کر قبول
بابِ رحمت کھول دے میرے خدا
بخش دے فضلوں سے اپنی نعمتیں
قوّتِ ایمان و تسلیم و رضا
آ۔ غم و آلام سارے دُور کر
حوصلہ خود بخش اپنے پیار کا
رحم کے در کھول دے ربّ العباد
کامراں کر کامیابی کر عطا
آمرے پیارے یہ ہے وقتِ محن
مشکلیں سب دور کر مشکل کشا
دَرد کے مارے ترے در پر گرے
جا نہیں سکتے کہیں تیرے سوا
ہے گنہگاروں میں اک ایازؔ بھی
بخش دے اس کو رحیم و رہنما

طنز و مزاح

ابنِ انشاء

چلتے ہو تو چین کو چلیئے
سفرنامہ چین

آزادی کی سخت کمی ہے

چین میں چار ہفتے کے قیام کے بعد ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہاں آزادی کی سخت کمی ہے۔ ہمارے ایک ساتھی جو اپنے ساتھ پان لے کر گئے تھے۔ بار بار فرماتے تھے کہ یہ کیسا ملک ہے جہاں سڑکوں پر تھوک بھی نہیں سکتے زیادہ دن یہاں رہنا پڑے تو زندگی حرام ہو جائے ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہاں کوئی دیوار ایسی نظر نہیں آئی جس پر لکھا ہو کہ " یہاں پیشاب کرنا منع ہے۔ جو اس امر کا بلیغ اشارہ ہوتا ہے کہ تشریف لائیے آپکی حوائج ضروریہ اور غیر ضروریہ کیلئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ ایک دوست شاکی تھے کہ یہاں خریداری کا لطف نہیں۔ دکاندار بھاؤ تاؤ نہیں کرتے ہر چیز کی قیمت لکھی ہے۔ کم کرنے کو کہیں تو مسکرا کر سر ہلا دیتے ہیں۔ ہوٹل کے بیروں کو بخشیش لینے اور مسافروں کو بخشیش دینے کی آزادی نہیں۔ بسوں اور کاروں کے اختیارات بھی محدود ہیں۔ آپ اپنی بس کو فٹ پاتھ پر نہیں چڑھا سکتے۔ نہ کسی مسافر کے اوپر سے گزار سکتے ہیں اور تو اور بجلی کے کھمبے سے ٹکرانے تک کی آزادی نہیں، اور بھی کئی آزادیاں جو آزاد دنیا کا خاصہ ہیں۔ وہاں مفقود نظر آئیں۔ گداگری ممنوع، نائٹ کلب ممنوع، جوئے پر قدغن، کام نہ کرنا اور مفت کی روٹیاں توڑنا خارج از امکان، لڑائی دنگا چاقو زنی، اغوا وغیرہ کی وارداتیں اور خبریں نہ ہونے کے باعث اخبارات سخت پھیکے سیٹھے۔ ملک کیا ہے اچھا خاصا خوجہ جماعت خانہ ہے۔

ہمیں ذاتی طور پر ان آزادیوں کو برتنے کا شوق وہاں تو کیا ہوتا۔ یہاں بھی کبھی نہیں ہوا بس ایک دو بے ضرر سی رعائتیں معاشرے سے لے رکھی ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً استعمال کر لیتے ہیں ان میں سے ایک بھول جانے اور اپنی چیزیں کھو بیٹھنے یا چوری کرانے کی بھی ہے۔ عادت سے مجبور چین میں بھی ہم نے اس سے دریغ نہ کیا۔ پیکنگ سے چلتے وقت ہم اپنا ایک پاجامہ غسل خانے میں لٹکا چھوڑ آئے تھے۔ اسکی ہمیں ضرورت نہ تھی۔ ہمارے پاس اور پاجامے بھی تھے لیکن بہر حال ہماری روائتی بھول

سے ایسا ہوا۔ وہاں سے دو ہاں پہنچ کر ابھی ہم دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ ہوٹل والوں نے ایک پیکٹ دیا جسمیں ہمارا پاجامہ دھلا دھلایا، استری شدہ اور ایک چپل پالش اور مرمت شدہ نفاست سے لپٹی ہوئی پائی گئی۔ پاجامہ ہمارا تھا اور چپل ہمارے دوست ڈاکٹر انعام الحق کی۔ وہ بولے ارے اسے تو میں خود ہی وہاں چھوڑ آیا تھا کہ کون اسے مرمّت کراتا پھرے دوہاں میں ہم چند پرانے رسالے اور سن ہوا نیوز ایجنسی کے بلیٹن چھوڑ آئے تھے اسلیئے کہ ہمارے کام کے نہ تھے۔ انکا پیکٹ بھی کینٹن میں آملا۔ کینٹن سے ہانگ چوریل میں آتے ہیں ہم نے ناخن کاٹنے کیلئے ایک پرانا بلیڈ استعمال کیا اور اسے وہیں میز پر پڑا چھوڑ آئے۔ دوسرے دن وہ ایک لفافے میں رکھا ہمیں ملا کہ ریلوے کا ایک ملازم دے گیا ہے دیکھ لیجئے آپ ہی کا ہے۔

وفد کے لیڈر ابراہیم خان ایک روز ایک مڈل سکول دیکھنے گئے وہاں ان کے فونٹین پین کا کلپ یا گر گیا یا خود پھینک آئے تھے۔ وہ بھی دوسرے روز ہوٹل کے مینجر نے لا تھمایا کہ ایک سکول کے لڑکے آئے تھے اور یہ دے گئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شنگھائی سے چلتے وقت ہم کچھ چیزیں پھینک کے آنا چاہتے تھے۔ جن میں ہیئر آئل کی ایک خالی شیشی تھی۔ ان چیزوں کو ہم نے ردی کی ٹوکری میں ڈالا اور ہوٹل کے بیرے کو بلا کر وضاحت کی کہ یہ چیزیں ہم خود چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مزید اطمینان کیلئے ہوٹل کے مینجر کو سمجھانا پڑا کہ یہ سامان ہم نے بلا جبر واکراہ اور برضا ورغبت پھینکا ہے۔ یہ احتیاط اس ڈر سے کی کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ یہ چیزیں دریافت ہوں اور ہوٹل والے ہوائی اڈے کو فون کریں کہ ان لوگوں کا جہاز روک لیا جائے اور جب تک مسافر مذکور اپنی ہیئر آئل کی شیشی وصول نہ کر لیں جہاز کو پاکستان جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

تعجب ہے ان پابندیوں میں چین کے لوگ کیسے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم نے تو اسوقت اطمینان کا سانس لیا جب ڈھاکے کے ہوائی اڈہ پر ہمارا ہوائی سفر کا بیگ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہماری نظروں سے غائب ہوا۔ اور ہم سب نے مسافر خانے کی میزوں پر ایش ٹرے کے باوجود اپنے اپنے سگریٹ فرش پر پھینکے اور ہمارے دوست نے غسل خانے کی دیوار پر پان کی پچکاری ماری۔

تاریخ

(مرسلہ: ندیم احمد شبیر۔ بہاولپور)

★ تاریخ اپنے آپ کو اس لئے دہراتی رہتی ہے کہ تاریخ کی کوئی بات نہیں سنتا (جان سٹل)

★ تاریخ چھوٹے لوگوں کی حماقتوں اور بڑے لوگوں کی سوانح کا مجموعہ ہوتی ہے (تھامس کارلائل)

★ تاریخ مؤرخین کے رحم وکرم پر ہوتی ہے
.... ڈیوڈ سکون برن

★ تاریخ ایک ایسی سائنس ہے جس میں ایک بار کا کامیاب تجربہ دوسری بار ناکام ہوجاتا ہے
...... پال دیرے

جہاں بھی رہنا وفا کا پرچم اٹھائے رکھنا

جناب شاہد خلیل شاہدی
کھاریاں

چراغ پلکوں پہ چاہتوں کے جلائے رکھنا
ہوائیں جتنی بھی ہوں مخالف، بچائے رکھنا

جہاں بھی رہنا وفا کا پرچم اٹھائے رکھنا
تم اپنی آہوں میں غم کے شعلے دبائے رکھنا

ہزار راہوں میں خار آئیں، ببول آئے
سفر میں رہنا، نشانِ منزل بنائے رکھنا

غموں کے سورج کو اوڑھ لینا ہے شان اپنی
ہماری عادت ہے جلتے لوگوں پہ سائے رکھنا

کبھی نہ آنکھوں سے رنگ چھوٹے وفا کا شاہدؔ
وفا پرستی کو اپنا مسلک بنائے رکھنا

★ مجلس ربوہ - اپریل ۱۹۸۵ء ٭۔ ۱۱ حلقہ جات نے ریلی منائی ۲۲ خیمے لگائے گئے۔ آل ربوہ تقریری مقابلہ منعقد ہوا ٭۔ ۲۶ مجالس مذاکرہ کا انتظام کیا گیا۔ ٭۔ ۲۷ حلقوں نے پکنک منائی۔ آل ربوہ باڑی اور والی بال ٹورنامنٹ کروایا گیا ٭۔ ۶ بوتل خون عطیہ دیا گیا۔ ۲۲ بکرے صدقہ دیا گیا۔ ۱۲۳ مستحق طلباء کو ۵۳۵، ۷ روپے کی نئی کتب اور کاپیاں خرید کر دی گئیں ٭۔ ۵ پنکھے بیوت میں لبطور عطیہ دیئے گئے ٭۔ آل ربوہ صنعتی نمائش منعقد ہوئی جس میں خدام نے اپنے ہاتھوں سے ۱۰۴ اشیاء بنا کر نمائش میں رکھیں ٭۔ دو مثالی وقارِ عمل ہوئے ٭۔ ۲۶ راپریل کو ۲۳ حلقوں نے اجتماعی نمازِ تہجد کا اہتمام کیا۔ ہفت روزہ آل ربوہ تربیتی کلاس لگائی گئی جس میں ۶۷ طلباء شامل ہوئے۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے انعامات تقسیم کئے۔ ★ ڈنڈوت ٭۔ ۸ رمارچ کو یومِ فضلِ عمر کے سلسلہ میں جلسہ کیا گیا ★ گولارچی ٭۔ ۲۳ رمارچ کو یومِ بانیٔ سلسلہ منایا گیا۔

مکرم ظفر اقبال صاحب ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کی مرمت کا لمبا تجربہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے تجربات کی روشنی میں انہوں نے یہ عام فہم سلسلۂ مضامین شروع کیا ہے ساتھ ساتھ وہ آپکے سوالوں کے جواب بھی دیں گے۔

ہم دوسرے تکنیکی ماہرین اور ہنرمند افراد سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے فن سے متعلق بنیادی معلومات بہم پہنچائیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ سادہ اور گھریلو پیمانے پر ہوں (ادارہ)

آج سے چند برس قبل بجلی کے ریڈیو ہوا کرتے تھے جن کا سائز بھی بڑا ہوا کرتا تھا اور لمبا چوڑا ایریل بھی لگانا پڑتا تھا۔ لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش میں آج کے ماہرین نے نہ صرف اسکو سیلوں کے ذریعہ چلا دیا ہے۔ بلکہ اس کا سائز بھی چھوٹا کر دیا ہے اور بیرونی ایریل لگانے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں۔

سیلوں سے چلنے والے ریڈیو کو ٹرانسسٹر ریڈیو کہا جاتا ہے۔ اس کے بیشمار نت نئے ماڈل بازار میں دستیاب ہوتے رہتے ہیں۔

آج کی محفل میں ہم آپکو ٹرانسسٹر ریڈیو کی دیکھ بھال اور "فرسٹ ایڈ" کے بارہ میں بنیادی معلومات فراہم کریں گے۔ یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ٹرانسسٹر ریڈیو خود بخود خراب نہیں ہوتا۔ اس کے چلانے میں لاپرواہی برتی جائے۔ یا یہ گر جائے یا بچوں کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ تب خراب ہوتا ہے۔

صرف ۱۰ سے ۱۵ فیصد ریڈیو سیٹ پرزوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے خود بخود خراب ہوتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ادھر ریڈیو بند ہوا ادھر کوئی صاحب پیچکس پکڑ کر بیٹھ گئے اور اس کے پیچوں کو گھمانا شروع کر دیا۔ ان حرکات سے ریڈیو کا ستیاناس

ہو جاتا ہے اور درست کرتے وقت ایک تجربہ کار مکینک کے لئے بھی پریشانی کا موجب بنتا ہے۔

اس لیے اگر آپ کا ٹرانسسٹر ریڈیو چلتے چلتے بند ہو گیا ہو تو درج ذیل ہدایات آپ کیلئے انتہائی فائدہ مند ثابت ہونگی۔ آزمائیے اور فائدہ اٹھائیے!

۱۔ سب سے پہلے آپ ریڈیو کے سیل چیک کریں۔ اکثر حالات میں یہ کمزور ہوتے ہیں۔ آپ بیٹری کے بلب سے انکی طاقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر علیحدہ علیحدہ سیل پر بلب جلتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ خراب ہیں۔ لہٰذا ان کو بدل دیں۔

۲۔ اگر سیل ایک لمبے عرصے سے ڈالے گئے ہیں تو بدل دیں۔ یا سیل تو نئے ہیں۔ لیکن آپ ٹرانسسٹر کو بند کرنا بھول گئے ہوں تو سیل لیک کر جاتے ہیں۔ یہ لیک کرنیوالا مادہ سیل رکھنے والی جگہ کے سپرنگ یا اس کے سامنے والی پتی کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ سیلوں کو باہر نکالیں سیلوں والی جگہ کو کپڑے سے صاف کریں۔ سپرنگ اور پتی پر اگر زنگ کی موجودگی کا امکان ہو تو ایک ریگمار کا ٹکڑا لے کر سپرنگ اور پتی کو خوب چمکائیں۔ سیل ڈالنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ریڈیو آن ہو جائیگا۔

اگر کوئی سپرنگ یا پتی ٹوٹی ہوئی ہے تو اسکی مرمت کر دیں

۳۔ اگر ریڈیو پھر بھی ٹھیک نہیں ہوتا تو ریڈیو سیٹ کی بیک سائڈ کھولیں اور سرسری نظر سے تاروں کا معائنہ کریں۔ اگر سیلوں والی جگہ پر زنگ تھا تو یقیناً اس کے ساتھ والی تاروں پر بھی اس کا اثر ہوگا اور ہو سکتا ہے کوئی تار ٹوٹ گئی ہو تاروں کو ہاتھ لگا کر دیکھیں اگر کوئی تار ٹوٹ گئی ہو تو اس کو ایک نئی تار سے جوڑ دیں۔ آپ کا ریڈیو چل پڑیگا۔

۴۔ ریڈیو کے سپیکر کا جائزہ لیں کئی دفعہ یہ چلتے چلتے بند ہو جاتا ہے۔ ایک نیا سیل لے کر آپ سپیکر کو چیک کر سکتے ہیں۔ سپیکر کے ایک ٹرمینل پر سیل کو رکھ دیں اور ایک چھوٹی سی تار دوسرے ٹرمینل سے جوڑ کر سیل کی ٹوپی سے چھوئیں تو سپیکر میں سے کڑکڑ کی آواز آئیگی۔ اگر یہ آواز آتی ہے تو سپیکر ٹھیک ہے۔ ورنہ خراب ہے۔ خراب ہونے کی صورت میں اسکی درستی کی جا سکتی ہے۔ عام طور پر سپیکر کی تاریں جنہیں کوپ کہتے ہیں ٹوٹ جاتی ہیں۔

۵۔ عام طور پر کثرت استعمال کی وجہ سے ریڈیو کا والیوم بھی خراب ہو جاتا ہے یہ ریڈیو کو آن آف نہیں کرتا۔ یا اس کے قریب کی کوئی تار ٹوٹ جاتی ہے۔ اسکو دیکھ کر درست کریں۔

۶۔ سیٹ کی مجموعی صفائی کا خیال رکھیں یاد رکھیں زیادہ گرد بھی سیٹ کو خراب کر سکتی ہے اس لیے گاہے گاہے سیٹ کی صفائی کرتے رہا کریں۔

۷۔ پیچ کس کی مدد سے ریڈیو کے کسی

اندرونی پرزہ یا آئی ایف (جسکی شکل ایک ڈبے کی مانند ہے اور اوپر والے یعنی سامنے حصے میں گول سوراخ میں پیچ ہوتا ہے جو عموماً موم وغیرہ سے ڈھانپا ہوتا ہے) کو نہ چھیڑیں۔ اس سے ریڈیو کی آواز کی سیٹنگ یا سٹیشنوں کی پوزیشن بدل جائیگی۔

مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کرنے سے آپکا ریڈیو سیٹ درست ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ سوائے اس کے کہ کوئی پیچیدہ خرابی ہو۔ نیز آپ کا وقت اور روپیہ بھی بچے گا۔

آجاؤ اب کہ دید کو آنکھیں ترس گئیں

جناب محمد اشرف نوشاہی سانگھڑ

ہائے یہ کیسے پیار میں لمحات آگئے
آہٹ ذرا ہوئی تو لگا آپ آگئے

دل لذتِ قرار سے محروم ہو گیا
آداب بے کلی کے ہمیں تم سکھا گئے

راتوں کو اٹھ کے رونا ہمیں راس آگیا
دن بھر کی کوفتوں کو چند آنسو مٹا گئے

ناصح کا ہے خیال جدا ہم کو کر دیا
حالانکہ ہم تو اور بھی نزدیک آگئے

کچھ اور بڑھ گئی ہیں جدائی سے قربتیں
آنکھوں سے دور ہو کے دلوں میں سما گئے

ہر شعر ہر خیال تمہارے ہی نام سے
تم غافلوں، گنواروں کو شاعر بنا گئے

آجاؤ اب کہ دید کو آنکھیں ترس گئیں
آجاؤ دن بہار کے پھر جا کے آگئے

آخری صفحہ

تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یہ کہانی سنائی کہ ایک شخص کے تین دوست تھے۔ جب وہ مرنے لگا تو ایک کو بلا کر پوچھا کہ اس مشکل وقت میں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا میں عمر بھر آپ کی خدمت کرتا رہا لیکن اب بالکل بے بس ہوں اور موت کو کسی طرح نہیں روک سکتا۔ پھر دوسرے کو طلب کیا تو وہ کہنے لگا میں اس مشکل وقت میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ مرنے کے بعد آپ کو نہلاؤں، نیا کفن پہناؤں، خوشبو میں بساؤں جنازہ اٹھاؤں، کسی عمدہ جگہ قبر کھودوں اور بعد از دفن قبر پر پھول چڑھا کر واپس آ جاؤں۔ اس کے بعد تیسرے کو بلایا۔ وہ کہنے لگا آپ فکر مت کریں میں موت کے بعد بھی آپ کا ساتھ دوں گا۔ قبر میں آپ کے ہمراہ جاؤں گا اور جب آپ قیامت کے دن قبر سے نکلیں گے تو میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔ فرمایا پہلے کا نام مال دوسرے کا عیال اور تیسرے کا اعمال ہے۔

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830 EDITOR ABDUL SAMEE KHAN June 1985

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

۱۸ مئی ۱۹۸۵ء کی اطلاع مظہر ہے کہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ حضور احبابِ جماعت کو محبت بھرا اسلام کہتے ہیں۔

آؤ! ہم ایک اور قسم کی عید منائیں

(محترم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

رمضان المبارک کا ایک عظیم الشان پہلو ہمدردئ نوعِ انسان ہے یعنی غرباء کا دُکھ بانٹنا اور ان کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنا۔ یہی وہ سبق ہے جس کو سامنے رکھ کر سچی عید منائی جاسکتی ہے اسی لئے دو سال قبل حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نے تحریک فرمائی تھی کہ احبابِ جماعت عید کے دن اپنے بچوں کے ہمراہ غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں حسبِ توفیق ان کے لئے تحائف ساتھ لے جائیں، انکو عید مبارک کہیں اور محبت اور بے تکلفی کے ساتھ چند لمحے ان کے ساتھ گزاریں حضور فرماتے ہیں:۔

"اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی ..... یہ ہے وہ عید جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عید ہے۔"

اس تحریک پر پہلے بھی احبابِ جماعت نے والہانہ انداز میں لبیک کہا تھا اور زائل نہ ہونے والے بے انتہا سرور حاصل کئے۔ خاکسار ایک دفعہ پھر یاددہانی کے طور پر خصوصاً تمام خدام و اطفال اور مجلس خدام الاحمدیہ کے تمام عہدیداران سے گزارش کرتا ہے کہ اس عید پر بھی پہلے سے بڑھ چڑھ کر اس مبارک تحریک میں شامل ہوں اور دوسرے بھائیوں کو بھی شامل کریں اور بڑے منظم اور باوقار طریق سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین